ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
36
www.tanzeem.org
27 ذوالحجہ 1438ھ تا 4 محرم 1439ھ/ 19 تا 25 ستمبر 2017ء

اسلامی نظام کا نمونہ پیش کرنے کی ضرورت

ہر دور میں دنیا کے لیے ضرورت رہی ہے کہ ایک مکمل معاشرہ‘ ایک ملت اور ایک عالمگیر دعوت کی سطح پر اسلامی زندگی پائی جائے۔ یہ کہنا کافی اور مفید نہیں کہ صاحب‘ کتابوں کے اندر پورا اسلام موجود ہے‘ دیکھ لیجیے‘ پڑھ لیجیے! یا آپ کہیں کہ اگر آپ کو معلوم کرنا ہو کہ اللہ شناسی کیا ہوتی ہے‘ اللہ کا خوف کیا ہوتا ہے‘ اچھے اخلاق کیا ہوتے ہیں‘ تو ہم آپ کو فلاں بزرگ سے ملا دیں گے۔ اس سے دنیا ہدایت نہیں پاتی اور دنیا میں کوئی انقلاب رونما نہیں ہوتا۔ دنیا اُس وقت توجہ اور غور کرنے پر مجبور ہوتی ہے‘ جب پورے معاشرہ کی سطح پر‘ پورے تمدن کی سطح پر‘ عالمگیر اسٹیج پر (جس پر تمام دنیا کی نگاہیں پڑتی ہیں) صحیح اور مکمل اسلامی زندگی کا نمونہ پیش کیا جائے۔ قوموں اور ملکوں کی نگاہیں یہ اندازہ لگا سکیں کہ اسلام کا عقیدہ انسان کی زندگی میں یہ تبدیلی پیدا کر سکتا ہے‘ اللہ کے یہاں سے آئی ہوئی روشنی اور ہدایت کا نور اس کی زندگی کو اس طرح چمکاتا اور سنوارتا ہے‘ وہ یہ دیکھ سکیں کہ شریعت کی تعلیمات کس طرح کا معاشرہ پیدا کرتی ہیں‘ کس طرح کے اخلاق پیدا کرتی ہیں۔ جب تک یہ نہ ہو‘ اس وقت تک انسانیت کیا‘ انسانیت کا کوئی چھوٹا سا کنبہ اور عالم انسانی کا ایک چھوٹا سا گوشہ بھی اسلام کی طرف توجہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی ؒ

اس شمارے میں

کرتے ہیں اشکِ سحر گاہی سے......

اسلامی معاشرہ کے خدوخال (3)

مطالعۂ کلام اقبال

میانمار کے مظلوم مسلمان اور امت مسلمہ کا کردار

یہ عبرت کی جا ہے......!

ماہِ محرم سے ہجری سال کی ابتدا کیوں؟

روہنگیا مسلمانوں پر مظالم اور اسلام دشمن قوتوں کی پشت پناہی

امریکہ سے دوستی کے تین ادوار

فرشتے اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان ہیں

سُورۃُ مَریَم | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت: 64

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡنَا وَمَا خَلۡفَنَا وَمَا بَيۡنَ ذٰلِكَ ۚ
وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾

آیت ۶۴ ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّكَ ۚ﴾ ’’اور (اے نبی ﷺ!) ہم (فرشتے) نہیں نازل ہوتے مگر آپؐ کے رب کے حکم سے۔‘‘

یہاں سے ایک بہت اہم مضمون کا آغاز ہو رہا ہے اور یہ بات اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قرآن کے ساتھ جو والہانہ محبت تھی‘ جو عشق تھا‘ اس کا جو شغف اور شوق تھا‘ اس کی بنا پر وحی میں وقفہ آپ ﷺ پر بہت شاق گزرتا تھا۔ آپؐ کی خواہش ہوتی تھی کہ وحی جلد از جلد آتی رہے تاکہ اس سے آپؐ اپنے وجودِ پُر نور کو مزید منور کرتے رہیں۔ اس حوالے سے آپؐ نے جبرائیل علیہ السلام سے شکوہ کیا کہ آپ کی آمد وقفے وقفے سے ہوتی ہے‘ ہم انتظار کرتے رہتے ہیں۔ آپ ﷺ کے اس شکوہ کا یہاں جبرائیلؑ کی طرف سے جواب دیا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ ہم اپنی مرضی سے نازل نہیں ہوتے‘ ہم تو آپ کے رب کے حکم کے پابند ہیں۔ اُس کا اِذن ہوتا ہے تو ہم نازل ہوتے ہیں۔

﴿لَهٗ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡنَا وَمَا خَلۡفَنَا وَمَا بَيۡنَ ذٰلِكَ ۚ﴾ ’’اُسی کے اختیار میں ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے۔‘‘

ان الفاظ میں بہت گہرائی ہے۔ آگے اور پیچھے کے درمیان میں کون ہے؟ وہی جو یہاں متکلم ہیں‘ یعنی خود جبرائیلؑ! مراد یہ کہ میں بالکلیہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہوں اور فرشتے کی یہی شان ہے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکام سے سرِ مُو سرتابی نہیں کرتے‘ جیسا کہ سورۃ التحریم میں فرمایا گیا ہے: ’’وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جس کا وہ انہیں حکم دے‘ اور وہی کچھ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔‘‘

﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾﴾ ’’اور آپؐ کا رب بھولنے والا نہیں ہے۔‘‘

اے نبی ﷺ! ہم آپ کے رب کی اجازت اور مشیت سے وحی لے کر نازل ہوتے ہیں۔ اس میں جو تاخیر ہوتی ہے وہ کسی نسیان کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ اُس کی مرضی اور حکمت سے ہوتی ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں یہ مضمون یوں بیان ہوا ہے: ﴿وَقُرۡاٰنًا فَرَقۡنٰهُ لِتَقۡرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكۡثٍ وَّنَزَّلۡنٰهُ تَنۡزِيۡلًا ﴿١٠٦﴾﴾ ’’اور قرآن کو ہم نے ٹکڑے ٹکڑے (کر کے نازل) کیا ہے تاکہ آپؐ اسے لوگوں کو پڑھ کر سنائیں ٹھہر ٹھہر کر‘ اور ہم نے اس کو اتارا ہے تھوڑا تھوڑا کر کے۔‘‘

فرمان نبویؐ

جبرائیلؑ کئی روز تک نہ آئے

عَنْ جُنْدَبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: اَبْطَأَ جِبْرِيلُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ قَدْ وُدِّعَ مُحَمَّدٌ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَالضُّحٰى o وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى o مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى o﴾ (متفق علیہ)

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ’’ایک دفعہ جبرائیل علیہ السلام کو (وحی لانے میں) تاخیر ہوگئی (کچھ عرصہ کے لیے وحی منقطع ہوگئی) تو مشرکین نے کہا محمد ﷺ کو چھوڑ دیا گیا تو اللہ رب العزت نے یہ آیات نازل فرمائیں: ’’چاشت کے وقت کی قسم اور رات کے وقت کی قسم جب وہ پھیل جائے، آپؐ کو آپ کے پروردگار نے نہ چھوڑا اور نہ ناراض ہوا ہے۔‘‘

تشریح: ایک مرتبہ قوم والوں نے رسول اللہ ﷺ سے اصحابِ کہف، ذوالقرنین اور روح کے متعلق سوال کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، میں کل بتاؤں گا۔ آپؐ نے اس وعدے کے ساتھ ان شاء اللہ نہیں کہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جبرائیلؑ مدت تک نہیں آئے۔ آپؐ نے جبرائیلؑ سے جواب پوچھ کے آگے بتانا تھا۔ آپؐ بہت پریشان اور بے چین رہے۔ جب جبرائیلؑ آئے تو آپؐ نے فرمایا، آپ نے بہت دیر کردی۔ جبرائیلؑ نے کہا، میں حکم کا بندہ ہوں مجھے جب بھیجا جاتا ہے، آجاتا ہوں اور جب روک دیا جاتا ہے، رُک جاتا ہوں۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿وَالضُّحٰى o وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى o مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى o﴾

ہفت روزہ لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
27 ذوالحجہ 1438ھ تا 4 محرم 1439ھ جلد 26
19 تا 25 ستمبر 2017ء شمارہ 36
مدیر مسئول حافظ عاکف سعید
مدیر ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآنؒ'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرتے ہیں اشکِ سحر گاہی سے جو ظالم وضو!

قرآن پاک میں سورۃ محمد کی آیت نمبر 24 کا مفہوم ہے کہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے کیا اُن کے دلوں پر قفل پڑے ہیں۔ یہ گلہ تھا، یہ شکوہ تھا اللہ تعالیٰ کا اُن لوگوں سے جو نزولِ قرآن کے وقت مکہ یا مدینہ میں موجود تھے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ کہہ کر اللہ رب العزت نے اُس وقت کے لوگوں کو چارج شیٹ کیا یا اُن پر فردِ جرم عاید کردی۔ بہر حال منکرین حق پر یہ حقیقت واضح کردی گئی کہ اللہ کی آیات پر ایمان لانے سے مسلسل انکار کی وجہ سے یہ توفیق ہی سلب کرلی گئی ہے اب وہ ذہنی اور قلبی طور پر مفلوج ہو چکے ہیں۔ وہ قرآن پاک میں بیان کردہ حقائق اور آسمانی ہدایت کو اساطر الاوّلین قرار دیتے تھے یعنی یہ پرانے زمانے کی کہانیاں ہیں۔ (معاذ اللہ) پہلے مشرکین مکہ، پھر یہودیوں اور عیسائیوں نے قرآن کے پیغام کو عام انسانوں تک پہنچنے سے روکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبرؐ اور اُن کے صحابہؓ کے ذریعہ اس دین کو دنیا بھر میں پھیلا دیا۔

گزشتہ ساڑھے چودہ سو سال میں سینکڑوں ایسے شواہد سامنے آئے جن سے دین اسلام کا دین حق ہونا ثابت ہوا اور قرآن پاک کا کلام الٰہی ہونا ثابت ہوا۔ کیسا معجزہ ہے کہ اگرچہ اس مدت میں دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ سب کچھ بدل گیا' سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ صرف دو تین سو سال پہلے کا انسان ہی اس بدلی ہوئی دنیا کو دیکھ لے تو اپنے حواس قائم نہ رکھ جاسکے گا۔ لیکن مجال ہے کہ ڈیڑھ ہزار سال میں قرآن پاک کے بیان کردہ حقائق پر کوئی انگلی بھی رکھی جاسکے' کوئی سوالیہ نشان لگایا جاسکے۔ اس حوالہ سے بہت کوشش ہوئی' لیکن ناکامی اُن کا مقدر تھا۔ آج بھی وہ چیلنج موجود ہے کہ ''لاؤ اس جیسی ایک بھی آیت''۔ لیکن انسانوں کی اکثریت کے مقدر پر افسوس کے سوا کیا کیا جاسکتا ہے کہ اُن کی دو تہائی تعداد اب بھی اعلانیہ منکرین حق پر مشتمل ہے۔ جبکہ موجودہ دنیا میں کم وبیش ڈیڑھ ارب کے قریب لوگ ہیں جو قرآن پاک کو حق تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اُن کی اکثریت پر منکرین سے بھی زیادہ افسوس ہے۔ اِس لیے کہ وہ زبان کی نوک سے مانتے ہیں لیکن عمل ظاہر کرتا ہے کہ دل میں یقین کی کیفیت نہیں۔ ہم ان میں سے بھی سیکولر خیالات کے حامل لوگوں کو بھی وقتی طور پر الگ کردیتے ہیں۔ کیا بقایا مسلمانوں کی اکثریت کے اعمال ظاہر کرتے ہیں کہ وہ قرآن کے پیغام کو زندہ حقیقت تسلیم کرتے ہیں۔ اگرچہ آج بھی مسلمانوں میں ایسی اقلیت موجود ہے۔ جن کے ایمان کی کیفیت بیان کرتے ہوئے علامہ اقبال نے کہا تھا ع کرتے ہیں اشک سحر گاہی سے جو ظالم وضو۔ باقی مسلمانوں کی اکثریت تو قرآن میں بیان کردہ بستیوں کی تباہی کو اور فرعون ونمرود جیسے خدائی کے دعوے داروں کے ذلت آمیز زوال کو قصے کہانیوں کے طور پر پڑھتے ہیں۔

کتنے مسلمان ہیں جنہیں آج کی بڑی ریاستوں کی جدید ترین وسائل کے باوجود بے بسی اور ناکامی میں اللہ کی کبریائی اور قرآن پاک کی صداقت نظر آتی ہیں۔ اور کتنے مسلمان ہیں جو آج کے دور کے فرعونوں اور نمرودوں کے ذلت آمیز زوال کو دیکھتے ہوئے سنت اللہ کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم تاریخ کو اور ماضی بعید کو نہیں کریدتے بلکہ ریاستوں اور شخصیات کے عروج و زوال کے حوالے سے صرف گزشتہ ستر اسی سال پر نگاہ ڈالتے ہیں جن کے بہت سے شاہدین آج بھی زندہ ہیں۔ اور عینی گواہ ہیں۔

جرمن ساری دنیا کو فتح کرنے چلا تھا، اپنے ہٹلر سمیت زمین کی خوراک بن گیا۔ (بعد کے جرمن کی اُٹھان صرف اقتصادی ہے' عسکری لحاظ سے وہ اب تک آزاد بھی نہیں ہوسکا) دوسری جنگ عظیم کے بعد سوویت یونین ایک ایسی طاقت کے طور پر ابھرا کہ دنیا کو خوف لاحق ہوگیا کہ جو جرمن نہ کرسکا کہیں سوویت یونین اس حوالے سے کامیاب نہ ہوجائے۔ لیکن سوویت یونین وقت کی یہ عظیم ترین ریاست دنیا کے پسماندہ ترین ملک افغانستان کے ہاتھوں شکست وریخت کا شکار ہوئی۔ اس کے بعد امریکہ نے نیو ورلڈ آرڈر کا نعرہ لگایا جو درحقیقت ایک ریاست کی طرف سے خدائی کا دعویٰ تھا۔ یہ عظیم قوت بھی سترہ سال سے اُسی پسماندہ ملک میں ذلت وخواری کا سامنا کر رہی ہے۔ امریکہ کے بارے میں کہا جاتا ہے اور شاید صحیح کہا جاتا ہے کہ انسانی تاریخ میں جب سے ریاستیں وجود میں آئی ہیں، اتنی طاقتور، اتنی ترقی یافتہ اور وسائل سے اتنی زیادہ مالا مال ریاست کا آج تک ظہور نہیں ہوا۔ یہ ریاست بے علم، سائنس اور جدید ٹیکنالوجی سے ناآشنا افغانوں سے مذاکرات کی بھیک مانگ رہی ہے۔ پھر یہ کہ امریکہ چاند اور مریخ پر قدم جمانے کی فکر میں ہے۔ لیکن گزشتہ چند سالوں میں آنے والے طوفانوں نے اُس کے پاؤں زمین سے بھی اکھاڑ دیئے ہیں۔ ان طوفانوں کے سامنے امریکہ کی سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی پرزے پرزے ہوگئی ہے۔ ان طوفانوں کے سامنے اُس کی حیثیت زمین پر پڑے تنکے یا درخت سے الگ ہونے والے ایک پتے کی سی ہے جو چلتی ہوا کے رحم وکرم پر ہوتا ہے۔ ''لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے، کیا اُن کے دلوں پر قفل پڑے ہیں؟''

اب آجایئے گزشتہ 50 سال میں چند شخصیتوں کے عروج کا معاملہ جن کے بارے میں معلوم ہوتا تھا کہ تاقیامت اُنہیں زوال نہیں آئے گا۔ رضا شاہ پہلوی ایران کا بادشاہ تھا اور سپریم پاور آف دی ورلڈ امریکہ کی ناک کا بال تھا۔ اُس زمانے میں امریکہ کے تعلقات بھارت سے کچھ ایسے اچھے نہ تھے، لہٰذا اس خطہ میں امریکہ نے ایران کو پولیس مین کا رول دیا ہوا تھا۔ تیل کی دولت سے مالا مال تھا۔ اکثر بادشاہوں کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ ریاست کی دولت کو وہ اپنی ہی دولت سمجھتے تھے اور دنیا بھی حقیقت کے طور پر اُسے تسلیم کرتی تھی۔ شاہ ایران کا طوطی بولتا تھا۔ اپنی بادشاہت کو ڈھائی ہزار سال پہلے کی شہنشاہیت کے سلسلہ سے جوڑتا تھا۔ مسلمان کہلوانے کے باوجود اُس نے کبھی اپنا تعلق مسلمانوں سے یا اسلامی تاریخ سے ظاہر نہیں کیا تھا۔ 1970ء میں اُس نے ڈھائی ہزار سالہ بادشاہت کا جشن منایا اور اس انداز میں منایا کہ دنیا دنگ رہ گئی۔ خصوصی خیموں کا ایک شہر آباد کیا جس میں تمام دنیا کے سربراہان مملکت شریک ہوئے۔ علاوہ ازیں اپنی انتہائی محبوب ملکہ کو خود سے الگ کیا کہ وہ تخت کا جانشین نہ دے سکی تھی۔ پھر دوسری شادی اس طرح رچائی کہ ایک دنیا دیکھتی رہ گئی۔ نئی ملکہ نے اُسے تخت کا وارث دیا۔ اور وہ تخت وتاج کے سلسلے کے قائم رہنے کے حوالے سے مطمئن ہوگیا۔ عراق کے اُس زمانے میں بھی ایران سے تعلقات کشیدہ تھے۔ جس پر رضا شاہ انتہائی متکبرانہ انداز میں کہا کرتا کہ مجھے بیچارے عراق پر ترس آتا ہے کہ اُسے میری مخالفت کا سامنا ہے۔ ایران کی زمین پر خدا بنا ہوا تھا۔ پھر وہ وقت آیا کہ دو گز زمین بھی نہ ملی کو چہ یار میں اور مصر کے ایک ہسپتال میں ایڑیاں رگڑتا ہوا مر گیا۔ مرنے سے پہلے اپنے دوست ملک امریکہ جانے کی خواہش ظاہر کی لیکن امریکہ نے خوش آمدید کہنے سے انکار کر دیا۔

پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو چند سال برسراقتدار رہے۔ لیکن وہ اپنی کرسی کو بڑا مضبوط قرار دیتے تھے۔ یہ کرسی نیچے سے کھسک گئی اور وہ پھانسی کے پھندے پر جھول گئے۔ تکبر اور نخوت اُن کے مزاج کا بھی حصہ تھے۔ طویل عرصے تک مقتدر رہنے کا خواب اُنہوں نے بھی دیکھا۔ عوام کو طاقت کا سرچشمہ قرار دیتے تھے۔ اپنے اقتدار کے خاتمے پر ہمالیہ کے رونے کی خبریں دیتے تھے، لیکن اُن کے عبرتناک انجام پر ایک دو خاکروبوں نے حقیقی احتجاج کیا۔

پاکستان میں بعض جرنیلوں نے حکمران کی حیثیت سے بڑا عروج دیکھا لیکن وہ بھی ذلت آمیز زوال سے دوچار ہوئے۔ 1982ء سے میاں نواز شریف پاکستان میں کسی نہ کسی حیثیت سے حکمران ہیں (اس میں مشرف کا دور نکال دیجئے) مشرف دور میں وہ ایک معاہدے کے تحت جلاوطن ہوئے۔ لیکن اُن کی جلاوطنی رشک آور تھی۔ سعودی خاندان کے شاہی محل میں شاہی مہمان کے طور پر رہے۔ اُن کا عروج ایک جرنیل کا مرہون منت تھا۔ لیکن خدا داد صلاحیتوں کے تحت اُنہوں نے پاکستان میں اپنے اقتدار کو خوب مستحکم کیا۔ سول بیوروکریسی جو کسی حکمران کو گھاس نہیں ڈالتی تھی، اُسے یوں جکڑ لیا کہ وہ اُن کے اشارہ ابرو پر ناچتی تھی۔ میاں نواز شریف کا زوال (باقی صفحہ 7 پر)

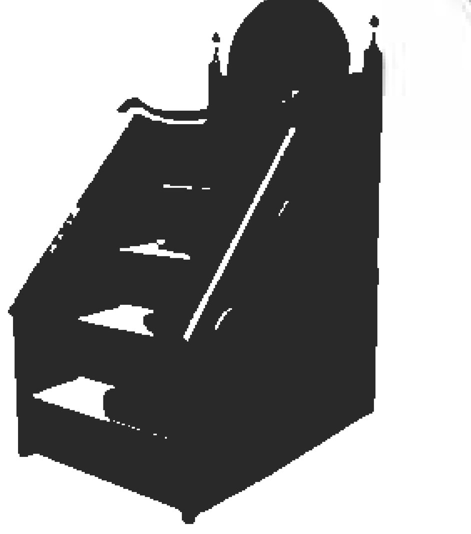

اسلامی معاشرہ کے خدوخال (3)

سورۃ بنی اسرائیل کے چوتھے رکوع کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 08 ستمبر 2017ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابوابراهیم

محترم قارئین! کہنے کو تو ہمارا معاشرہ، اسلامی معاشرہ ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے اسلامی معاشرہ نہیں ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ اس کے کچھ گوشوں میں تو اسلامی معاشرہ کی جھلک نظر آتی ہے، جیسے ہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ منا لیتے ہیں لیکن پورا معاشرہ جن بنیادوں پر استوار ہے اور جو ترجیحات ہم نے قائم کر رکھی ہیں ان کے مطابق ہم اسلامی تعلیمات سے کوسوں دور ہیں۔ ایک اسلامی معاشرہ کے خدوخال کیا ہونے چاہییں، اس کا خلاصہ سورۃ بنی اسرائیل کے تیسرے اور چوتھے رکوع میں بیان ہوا ہے۔ تیسرے رکوع کا مطالعہ ہم کر چکے ہیں اور آج ان شاء اللہ ہم چوتھے رکوع کا مطالعہ شروع کریں گے۔ فرمایا:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ﴾ ''اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے اندیشے سے۔''

عرب معاشرے میں یہ ایک بہت بُری رسم تھی کہ وہ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ تصور یہ تھا کہ بیٹیاں پرایا دھن ہیں، کل کو کسی کے نکاح میں دینا ہوں گی اور اس کو وہ شرم کی بات سمجھتے تھے اور اس وجہ سے بیٹیوں کو قتل کرتے تھے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے:

﴿اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ﴾ ''کیا وہ اسے ذِلت کے باوجود روکے رکھے یا مٹی میں دفن کر دے؟'' ﴿اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۵۹﴾ (سورۃ النحل:59)

''آگاہ رہو بہت ہی برا ہے جو فیصلہ وہ کرتے ہیں۔''

یہ بھی عربوں کی ایک ذہنیت تھی اور بعض روایات سے پتا چلتا ہے کہ وہ بعض اوقات اپنے بیٹوں کو بھی قتل کر دیتے تھے۔ جس کی ایک بنیادی وجہ مفلسی کا خوف بھی تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ رزق اتنا نہیں ہے کہ ہم خود کھا سکیں تو اولاد کو کہاں سے کھلائیں گے۔ چنانچہ اس منفی سوچ کو جڑ سے اُکھاڑنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا:

﴿نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ﴾ ''ہم ان کو بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔''

انسان کی یہ بڑی غلط فہمی ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے اور اپنی اولاد کے رزق کا خود ذمہ دار ہے۔ دنیا میں ہمیں ایسے لگتا ہے کہ یہ رزق جو ہمیں مل رہا ہے، یہ ہماری محنت، سوچ، پلاننگ کی وجہ سے مل رہا ہے لیکن ہم اصل حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ اصل رازق تو اللہ ہے جو چرند، پرند بلکہ زمین کے اندر اُترے ہوئے کیڑوں کو بھی رزق فراہم کرتا ہے۔ وہ جن ذرائع سے رزق دے سکتا ہے انسان کو اس کا اندازہ بھی نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس نے یہ ضرور کہا ہے کہ رزق کے لیے تم بھاگ دوڑ کرو۔ اس لیے کہ اسی میں انسان کا امتحان ہے کہ بھاگ دوڑ کے کچھ طریقے اللہ کو پسند ہیں اور اللہ کے ہاں ان کی اجازت ہے اور کچھ طریقے وہ ہیں جو اللہ کو ناپسند ہیں جیسے سودی کاروبار۔ چنانچہ اسی معاشی بھاگ دوڑ میں انسان کا امتحان ہو رہا ہوتا ہے کہ انسان کن ذرائع سے اپنی معیشت کا سامنا کر رہا ہے۔

﴿اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝۳۱﴾ ''یقیناً ان کو قتل کرنا بہت بڑی خطا ہے۔''

صرف معاشی وجوہ کی بنیاد پر اولاد کو قتل کرنا یا اسقاطِ حمل کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں ہے البتہ مانع حمل ذرائع کے حوالے سے اختلاف ہے کہ ان کو اختیار کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ تاہم ایمان اور تقویٰ کی روح یہ بتاتی ہے کہ مانع حمل طریقوں کا استعمال بھی معاشی محرک کے تحت نہ ہو البتہ اگر ماں کی صحت وجہ ہو تو گنجائش نکل سکتی ہے۔ ورنہ جیسے آج ایک تصور آ گیا ہے کہ بچے دو ہی اچھے، یہ سلوگن اصولی طور غیر اسلامی ہے لیکن اس کو اس وقت روشن خیال اور مہذب ہونے کی ایک نشانی سمجھا جاتا ہے کہ چاہے وسائل کی بھرمار ہی کیوں نہ ہو لیکن بچے پلاننگ سے ہوں، دو ہوں یا تین، اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ آج کی فلاسفی یہ ہے کہ ہمیں اپنی زندگی انجوائے کرنی ہے یا بچوں کے جھنجٹ میں پڑنا ہے اور اس سوچ کو پڑھے لکھوں کی نشانی سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ سوچ اپنی اصل کے اعتبار سے سراسر خلاف اسلام ہے۔

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى﴾ ''اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ'' ﴿اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝۳۲﴾ ''یقیناً یہ بہت بے حیائی کا کام ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔''

زنا وہ بہت بڑا عیب یا خرابی ہے جو معاشروں کو تباہ کر دیتی ہے۔ سورۃ المومنون میں ہم ''بندہ مومن کے اوصاف'' میں پڑھ چکے ہیں کہ مومن سیکس ڈسپلن کا پابند ہوتا ہے، اللہ نے جو جائز ذرائع رکھے ہیں انہی پر اکتفا کرتا ہے، ان سے آگے اِدھر اُدھر نہیں نکلتا۔ یہ ایک بندۂ مومن کا بہت اہم وصف ہے جس سے معاشرے میں کئی خیر کے پہلو برآمد ہوتے ہیں ورنہ اگر معاشرے میں زنا عام ہو جائے تو معاشرہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں یہاں زنا کی ممانعت کے حوالے سے یہ انداز اختیار کیا گیا ہے کہ ''زنا کے قریب بھی مت جاؤ''۔ یعنی زنا کرنا تو دور کی بات ہے اس کے قریب بھی مت پھٹکو۔ اس کی تشریح بڑی مفصل ہے۔ اسی تناظر میں اسلام میں پردہ کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے اور غیر محرم مرد و عورت کے اختلاط کو سختی سے منع کیا گیا ہے۔ قرآن کی تعلیمات ہیں کہ کوئی غیر محرم اگر باہر سے آئے تو اجازت لے کر آئے

یہاں تک کہ اگر بچے بالغ ہو جائیں تو وہ بھی گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لیں۔ چنانچہ قرآن و حدیث میں اس حوالے سے اتنی تفاصیل ہیں کہ جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اس موضوع پر ان شاء اللہ آئندہ تفصیلی مطالعہ ہوگا۔

﴿وَلَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ الَّتِیۡ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالۡحَقِّ﴾ ''اور مت قتل کرو اُس انسانی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے مگر حق کے ساتھ۔''

اسلام میں کسی کے ناحق قتل کی بہت سخت ممانعت ہے۔ سورۃ الفرقان کے آخری رکوع میں عبادالرحمٰن کے اوصاف میں بھی جن تین بڑے گناہوں سے بچنے کی سختی سے تاکید کی گئی تھی وہ یہی تین بڑے گناہ ہیں۔ یعنی شرک، قتل ناحق اور زنا۔ یہ سب سے بڑے گناہ یعنی اکبرالکبائر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہاں جو مہلت عمر دی ہے اس میں اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرے تو یہ ایک بہت بڑی زیادتی اور بہت بڑا ظلم ہے۔ انسانی جان کو اللہ نے بہت محترم ٹھہرایا ہے۔ تمدن کی اساس اور بنیاد اسی پر ہے۔ جس معاشرے میں احترام جان ختم ہو جائے تو پھر وہ معاشرہ ایک نارمل معاشرہ نہیں رہتا بلکہ ایک دہشت کی فضا بن جاتی ہے جیسے پاکستان میں یہ فضا بنی رہی ہے اور اب بھی ہم اس فضا سے پوری طرح نکلے نہیں ہیں اور اس کی مختلف شکلیں سامنے آ رہی ہیں۔ یعنی دہشت گردوں کے ہاتھوں بھی شہریوں پر ظلم ہو رہے ہیں اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی طرف سے بھی شہریوں پر ظلم ہو رہے ہیں۔ پاکستان میں اس حوالے سے عجیب و غریب کھچڑی بنی ہوئی ہے اور ہم اللہ کے عذاب کی زد میں ہیں۔ بہرحال جس معاشرہ میں قتل عام ہو جائے تو اس معاشرے کا امن و امان تہہ و بالا ہو جاتا ہے۔ اس لیے اسلامی معاشرہ میں امن قائم کرنے کے لیے قاتل کی بھی سزا مقرر کی گئی ہے۔

﴿وَمَنۡ قُتِلَ مَظۡلُوۡمًا فَقَدۡ جَعَلۡنَا لِوَلِیِّہٖ سُلۡطٰنًا﴾ ''اور جسے قتل کر دیا گیا مظلومی میں تو اس کے ولی کو ہم نے اختیار دیا ہے''

جیسے زنا کی سزا سورۃ النور میں بیان ہوئی ہے کہ شادی شدہ شخص پر اگر زنا ثابت ہو جائے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا اور اگر زانی غیر شادی شدہ ہو تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے۔ یہ عبرت ناک سزائیں ہیں۔ اسی طرح یہاں قاتل کی سزا بھی مقرر کر دی گئی ہے کہ اس کو بھی قتل کیا جائے گا۔ البتہ اس میں اللہ نے ایک راستہ رکھا ہوا ہے جس میں بڑی حکمت ہے۔ یعنی اس کا اختیار مقتول کے ورثاء کو دیا جائے گا کہ وہ چاہیں تو قاتل کو معاف کر دیں اور چاہیں تو خون بہا لے کر چھوڑ دیں۔ البتہ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ قاتل کو گرفتار کر کے مقتول کے ورثاء کے حوالے کرے۔ پاکستان میں یہ رواج بھی نہیں ہے۔ یہاں جتنے بھی بڑے بڑے قتل ہوئے ہیں سب سربستہ راز ہیں کہ قاتل کون ہے؟ پتا ہی نہیں۔ یہ ایک الگ المیہ ہے۔ جب اسلامی نظام نہیں ہوگا تو پھر یہی ہوگا۔ جبکہ ایک اسلامی معاشرہ میں حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ قاتل کو پکڑ کر مقتول کے ورثاء کے سامنے پیش کرے، پھر وہ ان کا اختیار ہے کہ وہ چاہیں تو معاف کریں ورنہ اُسے قتل کر دیں۔ البتہ اس میں بھی احتیاط لازم ہے کہ: ﴿فَلَا یُسۡرِفۡ فِّی الۡقَتۡلِ﴾ ''تو وہ بھی قتل میں حد سے تجاوز نہ کرے۔'' ﴿اِنَّہٗ کَانَ مَنۡصُوۡرًا ﴿۳۳﴾﴾ ''اُس کی مدد کی جائے گی۔''

یعنی مقتول کے ورثاء بھی انصاف کے تقاضوں کو پورا کریں، یہ نہیں کہ قاتل سے انتقام لیتے ہوئے حد سے بڑھ جائیں۔ اس کی عمدہ مثالیں دیکھنے کے لیے آپ کو 14 سو سال پہلے خلافت راشدہ تک جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس دور میں بھی افغانستان میں اس کی بہترین مثالیں قائم ہوئیں جب وہاں افغان طالبان کی حکومت تھی۔ حکومت کی سرپرستی میں قاتل کو پکڑ کر مقتول کے ورثاء کے حوالے کر دیا جاتا تھا کہ اپنے ہاتھ سے اس کو قتل کر دو، اگر معاف کرنا چاہو تو معاف کر دو یا خون بہا لے کر چھوڑ دو۔ یعنی آخری فیصلہ تمہارا ہوگا۔ علامہ اقبال کے بیٹے ڈاکٹر جاوید اقبال افغانستان میں یہ برکات دیکھ کر آئے تھے اور آ کر کہا تھا کہ جو نظام وہاں میں دیکھ کر آیا ہوں اگر وہی نظام دو چار اور اسلامی ملکوں میں قائم ہو جائے تو ساری دنیا مسلمان ہو جائے گی۔ ایک صاحب نے آنکھوں دیکھا حال بتایا کہ ایک وزیر کے بھائی کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ قاتل فوراً پکڑا گیا اور اس کے بعد مقتول کے ورثاء کو آپشنز دیئے گئے۔ قاتل کے رشتہ داروں نے بہت کوشش کی کہ خون بہا لے کر چھوڑ دیں لیکن ورثاء بضد تھے کہ ہم جان کے بدلے جان لیں گے۔ لہٰذا سب کے سامنے اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں جرائم بالکل ختم ہو گئے اور مکمل امن و امان قائم ہو گیا۔ اسی وجہ سے ڈاکٹر جاوید اقبال نے گواہی دی حالانکہ ان کو جاننے والے جانتے ہیں کہ طالبان کے بارے میں ان کی رائے کیا تھی۔ اس نظام کی برکات تھیں کہ وہاں جیلیں خالی تھیں۔ جلال آباد کی جیل کے پاس سے میرا گزر ہوا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ تین صوبوں کی مشترک جیل ہے۔ میں نے سوچا کہ پھر تو یہاں بے شمار قیدی ہوں گے، تل دھرنے کی جگہ نہیں ہوگی۔ لیکن انہوں نے بتایا کہ اس وقت یہاں صرف تین قیدی ہیں۔ بہرحال حق کے ساتھ قتل یہ ہے کہ قاتل کی جان لی جا سکتی ہے۔ اسی طریقے سے شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے لہٰذا وہ بھی ایک طرح کا قتل ہے۔ اسی طرح اسلامی معاشرے کے اندر کوئی شخص مرتد ہو جائے تو اس کی سزا بھی قتل ہے۔ یہ وہ صورتیں ہیں جو آنحضورﷺ نے بتائی ہیں اور اس کے مطابق ہی خلافت راشدہ میں عمل ہوتا رہا۔ آگے فرمایا:

﴿وَلَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡیَتِیۡمِ اِلَّا بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ﴾ ''اور مت قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر احسن طریقے سے'' ﴿حَتّٰی یَبۡلُغَ اَشُدَّہٗ﴾ ''یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے''

یتیم بھی اس معاشرے کا حصہ ہیں اور ایک اعتبار سے کمزور ترین حصہ ہیں۔ یہ سب سے زیادہ شفقت، محبت اور توجہ کے مستحق ہیں۔ ان کے حقوق کی نگہداشت کی اسلامی ریاست میں بڑی اہمیت ہے۔ لہٰذا قرآن مجید میں جہاں بھی انسانی حقوق کی بات آئی ہے وہاں یتیموں کے حقوق کا ذکر خاص طور پر آیا ہے۔

عرب معاشرے میں ایسے بچوں کی کفالت میں لینا پسند کیا جاتا تھا جن کے باپ نے مال اور جائیداد چھوڑی ہو۔ اب ظاہر ہے اس مال اور جائیداد پر سارا کنٹرول تو کفیل کا ہوتا تھا اور یتیم تو کمزور تھے، وہ اپنا حق خود حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کفیل بدنیت ہو جائے تو یتیموں کو اس ظلم سے کون بچا سکے گا۔ لہٰذا قرآن نے سب سے زیادہ اسی بات کو ایڈریس کیا کہ یتیم کا مال کھانے سے، ان کے حقوق تلف کرنے سے بچو۔ انسان کے اندر مال کی محبت رچی بسی ہوئی ہے، اس کے ذہن میں مال بٹورنے کی مختلف سکیمیں ہر وقت گردش کرتی رہتی ہیں۔ جبکہ سب سے آسان یتیم کا مال بٹورنا ہوتا ہے۔ اس لیے قرآن میں اس حوالے سے سخت ترین ہدایات ہیں کہ یتیم کے مال کے قریب بھی مت پھٹکنا۔ لہٰذا لوگ پریشان ہو گئے اور یتیموں کے لیے باقاعدہ علیحدہ ہانڈی کا اہتمام کرنے لگ گئے کہ ان کی دولت کا ایک لقمہ غیر ارادی طور پر بھی ہمارے منہ میں نہ جائے۔ اس لیے بعد میں نرمی کی گئی کہ اپنا مال یتیموں کے مال سے ملا سکتے ہو لیکن یہ خیال رہے کہ ان کے ساتھ کوئی ظلم و زیادتی نہ ہو۔ اگر تم ان کے مال کو مکمل علیحدہ کرو گے جیسا کہ کہا گیا کہ یتیم کے مال کے قریب بھی نہ پھٹکو تو بہت مشکل میں پڑ جاؤ گے، ان کے تمام انتظامات علیحدہ کرنے پڑ جائیں گے۔ لہٰذا

قرآن نے واضح کیا کہ اس سے تم کو مشقت میں ڈالنا مقصود نہیں ہے بلکہ اصل مقصود یہ ہے کہ ان کی حق تلفی نہ ہو۔ اس حوالے سے سورۃ النساء میں تفصیلی راہنمائی دی گئی ہے کہ پھر لوگوں کی موجودگی میں یتیم کا مال ان کو واپس لوٹاؤ۔ یعنی علی الاعلان یتیم کا حق اُسے دو تاکہ سب کو معلوم ہو۔ چنانچہ اسلامی معاشرے میں یتیم کے حقوق کی نگہداشت کا ایک پورا نظام ہے۔

﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۳۴﴾ ''اور عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے بارے میں باز پرس ہوگی۔''

یعنی اسلامی معاشرے میں عہد کی پاسداری اتنی راسخ ہو کہ جب کوئی بدعہدی کرے تو لوگ محسوس کریں کہ اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور پھر اس کی کسی بات کا اعتبار نہ ہو۔ لیکن ہمارے معاشرے میں ہم سب مل کر عہد اور امانت کی جو دھجیاں بکھیرتے ہیں، یہ اُسی کا نتیجہ ہے کہ پھر ہم روتے بھی ہیں کہ بار بار وہی حکمران سر پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں قصور ہمارا بھی ہے کہ ہم نے اسلامی اقدار کو پروموٹ ہی نہیں کیا۔ عہد کی پاسداری تو اسلامی معاشرے کا بہت اہم وصف ہے لیکن یہاں صادق اور امین کا ایک مذاق بن رہا ہے۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ امانت کا مطلب بڑا وسیع ہے۔ ہر ذمہ داری، ہر منصب چاہے وہ سرکاری ہو یا غیر سرکاری، وہ امانت ہے۔ لیکن ہم خود جائزہ لے سکتے ہیں کہ اس حوالے سے ہم حق ادا کر رہے ہیں یا اپنی حیثیت کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ہاں یہی سمجھا جاتا ہے (الا ماشاء اللہ) کہ سرکاری ملازمت کا مطلب ہی یہ ہے کہ جس سیٹ پر ہم ہیں اس سے اپنے لیے، اپنے رشتہ داروں کے لیے، اپنے دوستوں کے لیے جو بھی ناجائز منافع اٹھایا جائے وہ خیر کا کام ہے اور ہمارے دوست، رشتہ دار بھی یہ توقع کرتے ہیں کہ ہم انہیں ناجائز طور پر فیور دلائیں گے اور نہیں دلوا رہے تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ ظلم کر رہے ہیں۔ یہ ہماری ذہنیت ہے جو مکمل خلاف اسلام ہے۔ جس چیز کا حق نہیں ہے اس کو اس ذریعے سے حاصل کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔ اس کی اسلامی معاشرے میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن آج کا تصور ہی یہ ہے کہ میرٹ دوسروں کے لیے ہوگا، خود کوئی بھی سفارش ڈھونڈ کر لائیں اور توقع یہ ہوتی ہے کہ فلاں ہمارا دوست یا رشتہ دار فلاں بڑے عہدے پر ہے وہ ہماری فیور کرے گا اور کیسے نہیں کرے گا؟ ہم اس کے رشتہ دار ہیں۔ اگر جو فیور نہیں کرتا تو اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ اصول کی بات کر رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے ہاں تمام اقدار تلپٹ ہو چکی ہیں۔

﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ﴾ ''اور جب تم ناپو تو پیمانہ پورا بھرو اور وزن کرو سیدھی ترازو کے ساتھ۔''

ناپ تول کو پورا کرنا بھی اسلامی معاشرے کی ایک بنیادی روایت ہے مگر ہمارے ہاں اس میں بھی ڈنڈی ماری جاتی ہے۔ ہمارے پیمانے لیتے وقت کچھ اور ہوتے ہیں اور دیتے وقت کچھ اور۔ سبزی والا ہو، گوشت والا ہو، ان کے پاس ڈنڈی مارنے کے مختلف طریقے ہیں جو اپنی جگہ ایک سائنس بنی ہوئی ہے۔ جبکہ اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ اسلام انصاف کا تقاضا کرتا ہے۔

﴿ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۳۵﴾ ''یہی بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی خوب تر ہے۔''

انصاف کے تقاضوں پر مبنی اسلامی معاشرتی اصولوں کی بنیاد پر اگر کوئی معاشرہ قائم ہوگا تو اس کی خیر و برکت کے ثمرات سے انسانیت ضرور مستفید ہوگی۔ اس رکوع کی باقی آیات کا مطالعہ ان شاء اللہ آئندہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے معاشرے میں اسلامی اقدار کو قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ : اداریہ

بڑا عجیب و غریب ہے۔ سچ پوچھئے تو اس میں خدا کی ایک نرالی شان نظر آتی ہے۔ وہ آج بھی عوام میں پاپولر ہیں۔ آج بھی اُن کی جماعت کی حکومت مرکز اور پنجاب میں قائم ہے۔ ان حکومتوں کے ذریعے حکم اُن ہی کا چل رہا ہے۔ اُن کی جائیداد اور بینک بیلنس اگرچہ سب کچھ اولاد کے نام ہے، لیکن دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے۔ گویا اقتدار بھی ہے، دولت بھی ہے، وسائل بھی ہیں، دنیا کے بہت سے حکمرانوں سے خصوصی تعلقات بھی قائم ہیں۔ لیکن بدترین زوال سے دوچار ہیں اور حالات بتا رہے ہیں کہ اگر پاکستان آئے تو جیل جا سکتے ہیں۔ ہم سے کچھ مہربانوں کو یہ شکایت ہے کہ ہم نواز شریف کے خلاف بہت لکھتے ہیں۔ اُن کی زوال کی کہانی بیان کرتے ہوئے اس حقیقت سے بھی اپنے مہربانوں کو آگاہ کر دیں کہ بھٹو، زرداری سے ہم نے کبھی توقعات نہیں لگائی تھیں، نہ اُنہوں نے اسلام کے حوالہ سے کوئی دعویٰ کیا تھا۔ ہماری توقعات نواز شریف سے تھیں۔ اُنہوں نے ضیاء الحق کے مشن کی تکمیل کا اُن کی قبر پر کھڑے ہو کر وعدہ کیا تھا۔ وہ اسلامی جمہوری اتحاد کے صدر بنے تھے۔ اُنہوں نے پاکستان کی مختلف شخصیتوں سے پاکستان میں اسلام نافذ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس وعدہ پر اُسامہ بن لادن نے اُن کی مالی مدد بھی کی تھی۔ وہ اپنا تعلق ایک مذہبی گھرانے سے بتاتے تھے۔ اُنہوں نے سود ختم کرنے کا وعدہ خانہ کعبہ میں کیا۔ لیکن اُنہوں نے ہی سود کے خاتمے کے فیصلے کے خلاف عدالت میں اپیل کی اور آج تک سود کی لعنت سے پاکستان کا نجات نہ پانا اُسی اپیل کی وجہ سے ہے۔ اُن کی حکومت نے بدبخت توہین رسالت کی مرتکب آسیہ کو تحفظ دیا اور ممتاز قادری کو پھانسی پر چڑھایا۔ اس منافقت کو ہم اُن کے اس عجیب و غریب زوال کا باعث سمجھتے ہیں اور ہمارا اُنہیں ہدف تنقید بنانا بھی اسی بنا پر ہے۔ رہ گیا عمران خان تو جب وہ اقتدار میں آئے گا تو اُس کی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے گا۔ ہم تب بھی حق کی آواز بن کر صدا لگائیں گے۔ ہمارا تعلق اسلام سے ہے۔ اسلام کے خادم کے ہم خادم بنیں گے۔ منکرین حق کی ڈٹ کر مخالفت کریں گے اور منافقت کا پردہ چاک کریں گے۔

بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ ریاست ہو یا فرد اُس کا عروج و زوال اللہ تعالیٰ کی بندگی اور انکار کی بنیاد پر ہے۔ لوگ قرآن پر غور کریں تو اُنہیں معلوم ہو جائے کہ کامیابی اور عروج کا راز کیا ہے اور ناکامی و زوال کا باعث کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کا مستقبل اسلام سے وابستہ ہے۔ لہٰذا پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے اُن اہل ایمان کو عملی جدوجہد کرنا ہوگی۔ جن کے بارے میں کہا گیا کہ ۔

خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشکِ سحر گاہی سے جو ظالم وضو

سلسلہ وار 38 مطالعۂ کلامِ اقبال

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

کلمۂ اسلام ـــــ کلمۂ توحید ہے۔لغوی طور پر باب تفعیل میں توحید کے معنی کارزارِ حیات میں انسانوں کا اپنے معبود، مطاع، محبوب اور مقصود کو ایک کر دینا ہے یعنی تمام شعبہ ہائے زندگی میں ایک ہی ہستی پر دل ونگاہ کو مرکوز کر دینا ہے۔ اسلام، اسلامی تعلیمات اور اسلامی معاشرے سے ہٹ کر نگاہ دوڑائیں تو معاشرے اور تہذیبیں ایک سے زیادہ معبودوں کے سحر میں مبتلا نظر آتی ہیں بلکہ شیطان نما انسان اور خاندان دنیا میں اپنے جھوٹے اقتدار اور نفسانی خواہشات کی بے دریغ تکمیل کے لئے خود خدائی کا دعویٰ کر کے 'مرکز اقتدار' بن جاتے تھے مگر عوام کی طرف سے کسی باغیانہ ردِّعمل سے بچاؤ اور امکانی مزاحمت کے سد باب کے لیے شرک، بت پرستی اور ظواہر پرستی کے ساتھ ساتھ مادّہ پرستی (MATERIALISM) و(GENDER کے لحاظ سے نر کے بالمقابل) کو فروغ دیتے رہے ہیں۔تاریخ انسانی میں جب کبھی کسی تہذیب کے دورِ عروج میں کلمہ اسلام کے فروغ کا نعرہ لگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے فرستادہ انسان 'پیغمبری' کا فریضہ لے کر کھڑے ہوئے تو شرک کے سارے مہرے مات کھا گئے۔حقیقت یہ ہے کہ ان مشرکانہ خیالات کے حامل و خدائی اختیارات والے بادشاہوں کے لیے نشانِ عبرت کے طور پر رومیوں، یونانیوں اور فرعونوں اور نمرودوں کے بت خانوں کے آثار انسانوں کی عبرت کے لیے آج بھی موجود ہیں، تاکہ لوگ یہ جان سکیں کہ غلط نظریات انسانیت کے لیے فلاح و بہبود کا کوئی ذریعہ نہیں بن سکتے۔علامہ اقبال نے اس جاندار نظم میں توحید اور کلمہ اسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے 'ربّ' اور وحدہٗ لاشریک ہونے کو انسانوں کی اجتماعی زندگی وانفرادی زندگیوں میں اصلاحِ احوال کے لیے واحد، مؤثر اور قابل عمل نسخہ کے طور پر کامیابی کے ساتھ پیش فرمایا ہے۔

1 لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

1 نکتہ، می گویم از مردانِ حال — اُمتاں را لَا جلال اِلَّا جمال

میں (اسرارِ توحید سے مالا مال اور) صاحب حال لوگوں سے سنی ہوئی ایک نکتہ کی بات کہتا ہوں کہ اُمتوں (اجتماعیت) کے لیے 'لَا' جلال اور 'اِلَّا' جمال (کا ظہور) ہے

2 لَا و اِلَّا احتسابِ کائنات — لَا و اِلَّا فتحِ بابِ کائنات

'لَا' اور 'اِلَّا' یعنی نفی اور اثبات سے ہی احتسابِ کائنات کا تصوّر فروغ پاتا ہے، اور 'لَا' اور 'اِلَّا' سے ہی کائنات (کی مخفی قوتوں اور خزانوں) کا دروازہ کھلتا ہے۔

3 ہر دو تقدیرِ جہانِ کاف و نون — حرکت از لَا زاید از اِلَّا سکوں

یہ 'دوحرف' ہی 'کُنْ فَیَکُوْن' سے بنی اس کائنات میں جاری شرعی وتکوینی احکام کا عنوان (طے شدہ مقدر) ہیں۔'لَا' سے تحریکی جذبہ بڑھتا ہے اور 'اِلَّا' سے (دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی کا) سکون ملتا ہے۔

1۔ علامہ اقبال کے نزدیک منصب نبوت ورسالت اور کلمہ توحید (جو تمام انبیاء ورُسل علیہم السلام کی دعوت کا بنیادی نکتہ تھا) آج بھی روئے ارضی پر خلافِ توحید نظریات کی نفی کر کے مثبت طور پر 'توحید' پر مبنی اجتماعی نظام کے قیام کا متقاضی ہے۔اصولی طور پر بھی ہر مثبت تعمیر کے لیے منفی یعنی تخریب ہی فطری لحاظ سے ہر انقلاب کے لیے پہلا قدم ہے۔مولانا روم فرماتے ہیں:ـ

گفت رومی ہر بنائے کہنہ کآباداں کنند
می ندانی اوّل آں بنیاد راویراں کنند؟

'لا' یعنی موجود باطل نظام کی نفی سے بات شروع ہوگی اور توحید اور کلمہ اسلام پر مبنی اجتماعی نظام کے نصب 'اِلا' یعنی نظامِ خلافت کے قیام پر بات منتج ہوگی۔ یہ بات ہر اُس شخص پر واضح ہے جو اس راہ کا مسافر ہے اور خداشناسی اور وحی شناسی کا حامل ہے یہی بات روئے ارضی پر ظلم و شرک پر مبنی نظاموں کی تبدیلی کے لیے کام کرنے والے واقفانِ حال کی داستان ہے جس سے اُصولی طور پر کوئی انقلابی جدوجہد مستثنیٰ نہیں ہے۔

2۔ 'لا' 'اِلا' کے دو الفاظ دراصل حیاتِ انسانی میں کائنات کے احتساب کے مضمون کی دو سرخیاں ہیں اہل حق کی گرفت کمزور پڑتی ہے تو شیطانی وابلیسی قوتیں سر اُٹھاتی ہیں اور 'شر' پر مبنی اقدار کو فروغ مل جاتا ہے۔ اہل حق دوبارہ متوجہ ہوتے ہیں اور 'لا' سے شیطانی نظریات کا ابطال ہو جاتا ہے اور 'اِلا' سے انسانیت کے قافلہ کو دوبارہ جادۂ حق یا صراطِ مستقیم پر ڈال دیا جاتا ہے۔اسی عمل سے کائنات کی مخفی و پوشیدہ قوتوں کے راز اور 'عَلَّمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا' کا وہ 'باب' کھلتا ہے جو انسانیت کے لیے رحمت بن کر سامنے آتا ہے۔

3۔ روئے ارضی پر زندگی رواں دواں رہتی ہے اور انسانیت کا قافلہ اپنے مقدر 'لا' اور 'اِلا' کے عمل اور ردِّعمل کے تحت اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہتا ہے یہی اس کائنات کی تقدیر ہے۔خداشناس اور وحی شناس اہل حق منکرات کو دیکھتے ہیں تو نہی عن المنکر 'بالید' اور 'باللسان' کے جذبے کے تحت حرکت میں آتے ہیں۔ان کی یہ تحریک اور DYNAMISM ایک تبدیلی کو جنم دیتا ہے اور دیکھتے دیکھتے ایک تہذیب، ایک تمدن، ایک متمکن بادشاہت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے، انقلاب آجاتا ہے اور زندگی کو سکون آجاتا ہے انسانیت کو پھر بچے کے 'ماں کی گود' یا 'سوئے مادر آ' کی طرح آسمانی ہدایت پر مبنی نظام کے تحت فطری اور باطنی سکون مل جاتا ہے۔

جب ہم اپنے مسلمان حکمرانوں کا برما کے حوالے سے طرزِ عمل دیکھتے ہیں تو ہمارا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ یہ عذر تراشتے ہیں کہ برما کے ساتھ ہمارا بارڈر نہیں لگتا تو ہم کیا کر سکتے ہیں! میں کہتا ہوں کہ اگر یہ ابھی تجارتی تعلقات ختم کر دیں تو میانمار کا ہوش ٹھکانے آجائے گا: ایوب بیگ مرزا

سوال یہ ہے کہ برما کے حوالے سے سعودی عرب، رابطہ عالم اسلامی، مؤتمر عالم اسلامی، OIC اور خاص طور پر ایٹمی ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان، یہ سب کہاں ہیں؟: عبدالرؤف فاروقی

میانمار کے مظلوم مسلمان اور اُمت مسلمہ کا کردار کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام ” زمانہ گواہ ہے “ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

سوال : برما میں مسلمان دو طرح کے ہیں۔ ایک روہنگیا مسلمان اور دوسرے برمی مسلمان! یہ قتل عام برما کے مسلمانوں کا نہیں بلکہ روہنگیا مسلمانوں کا ہو رہا ہے۔ ان کی نسل کشی کیوں ہو رہی ہے؟

عبدالرؤف فاروقی : برما (میانمار) کا مغربی صوبہ راخائن جو آج مسلمانوں کا مقتل بنا ہوا ہے انگریزوں کی آمد سے قبل کبھی یہاں ایک آزاد مسلم ریاست تھی جس کا نام تھا اراکان۔ اس کا باقاعدہ اپنا سکہ اور کرنسی تھی۔ اس کے سکے پر کلمہ طیبہ کندہ تھا۔ لیکن جب برطانوی سامراج نے اس پورے خطے کو غلام بنالیا تو یہ برٹش انڈیا کا حصہ بن گیا۔ پھر جب انگریزوں کے خلاف آزادی کی تحریک چلی تو اراکان کے مسلمانوں نے بھی اس جدوجہد آزادی میں مساوی طور پر اپنا کردار ادا کیا۔ ان کا یہ مطالبہ تھا جس کے لیے انہوں نے سیاسی طور پر جدوجہد بھی کی اور باقاعدہ عرض داشت بھی پیش کی کہ ہمیں مشرقی پاکستان میں شامل کیا جائے۔ گویا یہ پاکستان سے الحاق چاہتے تھے۔ لیکن برطانوی سامراج نے ان کی یہ عرض داشت قبول نہیں کی بلکہ برطانوی سامراج نے روہنگیا مسلمانوں کی اس سرزمین کو بھی پنجاب اور کشمیر کی طرح دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ (چٹا گانگ) کو بنگال کا حصہ بنا دیا اور دوسرے حصے (راخائن) کو برما کے تسلط میں دے دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج وہاں مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے۔ اس وقت وہاں ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں اور ظلم کی یہ داستان طویل سے طویل ہوتی جا رہی ہے۔ اس کی وجہ میانمار کی بدھسٹ اور کمیونسٹ حکومت ہے۔ اس کے دل میں ایک خوف موجود ہے کہ جس طرح دنیا میں آزادی کی لہر چل رہی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ راخائن (اراکان) کے یہ مسلمان بھی اپنی تاریخی حیثیت کی بنیاد پر اپنی الگ ریاست کا مطالبہ کر دیں۔ چونکہ یہ صوبہ سمندر کے کنارے پر ہے اور وہاں تیل اور گیس سمیت بہت قیمتی خزائن موجود ہیں، اس لیے بدھسٹوں کو یہ خوف ہے کہ اگر مسلمانوں نے آزادی کی تحریک شروع کر دی تو کہیں عالمی برادری ان کی اخلاقی حمایت کے لیے تیار نہ ہو جائے اور اس طرح یہ خزائن میانمار کے ہاتھ سے نکل نہ جائیں۔ لہٰذا

مرتب: محمد رفیق چودھری

میانمار کے بدھسٹ یہ چاہتے ہیں کہ روہنگیا مسلمان غلامی کی زندگی پر رضا مند ہو جائیں یا پھر یہ خطہ چھوڑ کر چلے جائیں۔ گویا یہ ظلم و ستم اس بنیاد پر ہو رہا ہے کہ وہاں مسلمانوں کی الگ ریاست نہ بن جائے۔

سوال : جس طرح سے یہ مسئلہ اب عالمی سطح پر آ گیا ہے، امریکہ کو اب میانمار سے کچھ نہ کچھ ڈیل تو کرنا پڑے گی۔ آپ کی نظر میں کیا امکانات ہیں؟

ایوب بیگ مرزا : دیکھئے! امریکہ، اسرائیل اور بھارت کا اتحاد ثلاثہ جس بنیاد پر بنا ہے وہ یہی ہے کہ ہر لحاظ سے دنیا میں مسلمانوں کو دبانا ہے، مارنا ہے۔ جب سے امریکہ میں ٹرمپ آیا ہے تو وہ ہر شے کو ایک کاروباری نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے۔ اس کے سامنے کسی شے کی اخلاقی قدر نہیں ہے۔ مجھے اس معاملے میں بھارت کی بدنیتی زیادہ نظر آ رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ امریکہ اس معاملے میں بھارت کو آگے کرے گا اور اس کی پشت پناہی کرے گا۔ کیونکہ زمینی رابطہ بھارت کا ہے، امریکہ کا نہیں ہے اور امریکہ بھارت کے ذریعے سے فوائد حاصل کر سکتا ہے۔

سوال : اس معاملہ پر مسلمان ممالک کا کیا Response رہا ہے۔ یعنی وہ روہنگیا مسلمانوں کی کتنی تائید کر رہے ہیں؟

عبدالرؤف فاروقی : اس وقت تمام مسلم ممالک اقوام متحدہ کی شیطانی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں اور جب تک اقوام متحدہ، سلامتی کونسل کی طرف سے کوئی مثبت اشارہ نہیں ملتا اس وقت تک مسلم ممالک کا کوئی سربراہ کوئی خاص کردار ادا نہیں کر سکتا۔ اپنی رعایا کو مطمئن کرنے کے لیے سیاسی بیانات دینا تو ممکن ہے لیکن عملی لحاظ سے کوئی پیش قدمی ان کی طرف سے ممکن نظر نہیں آتی۔ امریکہ کو شمالی کوریا کے میزائل تجربات سے تکلیف ہوئی تو صرف چند گھنٹے بعد ہی سلامتی کونسل کا اجلاس بلا لیا گیا۔ لیکن میانمار (ارکان) میں مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا جا رہا ہے لیکن سلامتی کونسل کو کوئی پروا نہیں ہے۔ پوپ فرانسس نے ویٹی کن سے یہ اعلان کیا کہ برما کے مسلمانوں پر جو ظلم ہو رہا ہو میں اس حوالے سے وہاں کا دورہ کروں گا۔ لیکن تشویش کی بات یہ ہے کہ مسیحیت سماجی خدمت کا سہارا لے کر لوگوں میں عیسائیت کو پروموٹ کرتی ہے۔ 1971ء میں جب بنگلہ دیش علیحدہ ہوا تو وہاں صرف 71 چرچ تھے لیکن اب سینکڑوں میں ہیں۔ اسی طرح پوپ کا بنگلہ دیش کا دورہ اور اراکان کے مسلمانوں کی طرف جانا گویا ان کی مظلومیت کو بنیاد بنا کر انھیں عیسائیت کی دعوت دی جائے گی۔ سوال یہ ہے کہ اس حوالے سے سعودی عرب، رابطہ عالم اسلامی، مؤتمر عالم اسلامی OIC اور خاص طور پر ایٹمی ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان کہاں ہے؟ جہاں تک ترکی کا تعلق ہے تو وہ ایک اُبھرتی ہوئی طاقت ہے۔ اُس نے اپنے ماضی کی محنت اور اپنے نظریات کی بنیاد پر ترقی کی ہے اور اس نے اگر یہ انگڑائی لی ہے تو یہ اس

کا حق بنتا ہے اور مسلمان بھی یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے لیے کسی نے کوئی آواز بلند کی ہے لیکن کیا ترکی کے لیے یہاں اپنی فوجیں اُتارنا اور مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنا ممکن ہے؟

سوال: کیا تمام اسلامی ممالک میانمار سے اپنے سفارتی تعلقات منقطع نہیں کر سکتے؟

ایوب بیگ مرزا: اس وقت برما میں تو تشدد کی انتہا ہوگئی ہے، اس کے علاوہ کشمیر، فلسطین اور افغانستان میں کیا ہو رہا ہے؟ لیکن جب یہ ظلم وستم انتہا کو پہنچتا ہے تو پھر امریکہ اور یورپ سے اس کے حق میں آوازیں بلند ہوتی ہیں لیکن عملاً کچھ نہیں کیا جاتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے تمام اسلامی ممالک کا رول شرمناک ہے سوائے ترکی کے۔ جب ہم اپنے مسلمان حکمرانوں کا طرزِ عمل دیکھتے ہیں تو ہمارا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ یہ عذر تراشتے ہیں کہ ہمارا بارڈر ساتھ نہیں لگتا تو ہم کیا کر سکتے ہیں! آپ نے کہا کہ سفارتی تعلقات منقطع کر لیں لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر یہ صرف تجارتی تعلقات ختم کر دیں تو میانمار کا ہوش ٹھکانے آ جائے گا۔ لیکن جب تک اپنے آقاؤں کا اشارہ نہیں ہوتا اس وقت تک مسلم ممالک کوئی قدم نہیں اُٹھاتے۔ میانمار تو چھوٹا سا ملک ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی ترقی یافتہ ملک بھی مسلمانوں پر ظلم وستم کرے اور مسلم ممالک اس سے صرف یہ کہہ دیں کہ ہم آپ سے تجارتی تعلقات ختم کرتے ہیں تو اس کے ہوش ٹھکانے آ جائیں گے اور وہ بالکل سیدھا ہو جائے گا۔ کیونکہ دنیا کا کوئی ملک اس بات کو ایفورڈ نہیں کر سکتا کہ مسلمان ممالک متفقہ طور پر اس سے اپنا تجارتی تعلق منقطع کر لیں۔

سوال: ہم نے 34 مسلم ممالک کے فوجی اتحاد کا خواب دیکھا تھا کہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی ہماری طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ پائے گا وہ اتحاد کہاں چلا گیا؟

عبدالرؤف فاروقی: 34 ملکی فوجی اتحاد کے بارے میں ہمیں پہلے دن سے ہی یہ محسوس ہو جانا چاہیے تھا کہ وہ اُمت مسلمہ کے دفاع کے لیے یا غیر مسلم قوتوں سے مقابلہ کے لیے نہیں بنا بلکہ وہ اتحاد غیر مسلموں کی آشیر باد سے اپنے ہی ان مسلمانوں کو دہشت گردی اور انتہا پسندی کے نام پر کچلنے کے لیے بنا ہے جو جہادی جذبہ رکھتے ہیں یا اسلامی نظام کے احیاء کا خواب دیکھتے ہیں۔ اگر یہ بات سمجھ آ جائے تو اس اتحاد کے بارے میں کوئی گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں۔ بیگ صاحب نے کہا کہ تجارتی تعلقات منقطع کیے جا سکتے ہیں لیکن پاکستان کی حکومت کو یہ توفیق بھی نہیں ہوئی کہ برما کے سفیر کو طلب کر کے احتجاج ہی ریکارڈ کروالیا جاتا۔ پاکستان ایک نظریے کی بنیاد پر قائم ہوا تھا اور پوری اُمت مسلمہ کی اُمیدوں کا ڈھارس اور مرکز یہ بنا۔ لیکن ہم نے 70 برس میں وہ سب اُمیدیں توڑی ہیں۔ آج تمام سفراء کی ایک میٹنگ ہو رہی ہے اس کے ایجنڈے میں یہ بات شامل ہونی چاہیے تھی کہ جہاں کہیں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے، پاکستان اس ظلم کو کم کرنے کے لیے کیا کردار ادا کر سکتا ہے۔ کم از کم مشورے میں تو شامل کیا جاتا۔ اسی طرح ابھی چند دن پہلے اس خطے میں اُبھرتی ہوئی اقتصادی ریاستوں کی ایک میٹنگ ہوئی۔ اس کا سارے کا سارا اعلامیہ مسلمانوں کو دہشت گردی کے ساتھ جوڑنے پر مشتمل ہے لیکن برما میں بدھسٹ دہشتگردوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا۔ اگر کوئی مذہب دہشت گرد ہو سکتا ہے تو کیا اس وقت سب سے بڑا دہشت گرد مذہب بدھ ازم نہیں ہے؟ اصل میں کئی ممالک کی ناراضگی ہمیں

> اراکان میں تیل اور گیس سمیت بہت قیمتی خزائن موجود ہیں، بدھسٹوں کو یہ خوف ہے کہ اگر مسلمانوں نے آزادی کی تحریک شروع کر دی تو کہیں یہ خزائن میانمار کے ہاتھ سے نکل نہ جائیں

پریشان کرتی ہے لیکن اُمت مسلمہ پر جو ظلم ہو رہا ہے اس کا احساس کسی کو نہیں ہے۔ میں حضور ﷺ کی ایک حدیث کا حوالہ دوں گا کہ تمام مسلمان ایک جسد کی مانند ہیں اگر ایک حصہ میں کوئی تکلیف ہو تو اس کا درد پورے جسد میں محسوس ہوتا ہے۔ جب تک یہ جذبہ پیدا نہیں ہوتا تب تک ظلم کی یہ داستان ختم نہیں ہوگی۔ آپ نے درست کہا کہ اتنا ظلم تو تاتاریوں کے بعد کہیں نہیں ہوا لیکن جب خلافت کو توڑا گیا تھا تو اس وقت بھی کوئی کم ظلم نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ ہماری اصل طاقت اس نظام میں تھی۔ جس طرح کا اظہار بغداد کے سقوط پر شیخ سعدی نے کیا تھا بالکل اسی طرح اقبال نے نظامِ خلافت کے ختم ہونے پر یہ مرثیہ کہا تھا کہ ؎

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا!

اس کے بعد تاریخ کا بڑا ظلم اب روہنگیا مسلمانوں پر ہو رہا ہے۔

سوال: اسلام کے کچھ ٹھیکیدار لوگ بھی ہیں جنہوں نے جہاد کے نام پر دنیا میں فساد پیدا کیا ہوا ہے۔ جیسے داعش، اور ٹی ٹی پی وغیرہ۔ یہ لوگ کہاں چلے گئے؟

عبدالرؤف فاروقی: اصل میں ان میں جو طالع آزما اور مفاد پرست لوگ ہیں وہ تو اب بھی مسلم ممالک میں اراکان کے مسلمانوں کے لیے چندہ کر رہے ہیں، جبکہ ہم ذاتی طور پر جانتے ہیں کہ فنڈز وہاں پہنچ نہیں سکتے۔ بنگلہ دیش میں جو ریلیف کیمپ ہے وہاں تک تو کچھ تعاون کی رسائی ہو سکتی ہے لیکن اراکان کے اندر تو جب تک بنگلہ دیش آپ کو راستہ نہیں دیتا اس وقت تک کچھ بھی پہنچنے کا موقع ہی نہیں۔ جہاں تک جہاد کے جذبے سے لوگوں کے چلے جانے کا سوال ہے، ہمیں دیکھنا چاہیے کہ زمینی حقائق کیا ہیں۔ ہم کسی بھی جہادی تنظیم کے ساتھ وابستہ نہیں ہیں لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جہاد نہ صرف اُمت مسلمہ بلکہ انسانیت کی مظلومیت کا آخری حل ہے۔ جہاد اسلام کا وہ عقیدہ ہے جو پوری دنیا میں امن اور انصاف کا ضامن ہے۔ اگر اس کی بنیاد پر ہم سب لوگ اراکان کے مسلمانوں کے ساتھ تعاون کے لیے جانے کا ارادہ کریں تو پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ کیا وہاں تک پہنچنے کا راستہ بھی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: داعش نے تو شروع ہی سے امریکی مقاصد کو پورا کیا ہے۔ آپ دیکھ لیں کہ کہیں انہوں نے اسرائیل کو نشانہ بنایا ہو بلکہ انہوں نے جہاں بھی کچھ کیا ہے اس سے مسلمانوں کا نقصان ہوا ہے۔ اسی وجہ سے ٹرمپ کے منہ سے یہ سچی بات نکل گئی تھی کہ داعش بش اور ہیلری کلنٹن نے بنائی تھی۔ یہ تو ایک خاص مقصد کے لیے بنائی گئی تھی کہ مسلمانوں پر دہشت گردی کا لیبل پوری طرح چسپاں کر دیا جائے۔ البتہ یہ بات بھی ہے کہ اگر کسی تنظیم نے خلافت کا نعرہ لگایا ہے اور کچھ مخلص لوگ غلط فہمی کی بنیاد پر اس میں شامل ہوئے ہیں تو ان مخلص لوگوں کو بھی ختم کرنا مقصود تھا۔ بہرحال ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ باطل قوتوں کی عسکری اور سیاسی اسٹریٹجی ہم سے بہت آگے ہے اور اس وقت وہ واقعتاً "الكفر ملة واحدة" کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ کاش اس وقت اُمت مسلمہ باہم متحد ہوتی لیکن ایسا نہیں ہے۔

سوال: اس حوالے سے کیا علماء نے اپنا کردار ادا کیا ہے؟

عبدالرؤف فاروقی: علماء کا دائرہ کار کیا ہے۔ ایک منبر ومحراب ہے۔ وہاں سے یہ آواز بہرحال اٹھتی ہے۔ میں چونکہ اسی طبقہ سے تعلق رکھتا ہوں لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ علماء میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہیں شعور ہی نہیں ہے کہ امت مسلمہ کے مسائل کیا ہیں۔ لیکن جن علماء میں یہ شعور ہے انہوں نے باقاعدہ آواز بلند کی ہے، انہوں نے اپنے خطبات جمعہ میں اس پر گفتگو کی ہے۔ اس کے علاوہ میرے خیال کے مطابق اسی پچاسی فیصد باشعور علماء نے اپنے عید کے خطبے میں اس پر گفتگو کی ہے۔

سوال: علماء کیا رول ادا کر سکتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: یقیناً علماء نے منبر ومحراب سے

آگاہی کا کام کیا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ ان کی طرف سے بھی وہ رول ادا نہیں ہوا جس طرح کہ ادا ہونا چاہیے تھا کیونکہ ان کا زیادہ فوکس مسالک اور فقہی معاملات پر ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ذی شعور علماء نے اس پر بات کی ہے لیکن اس کو بہت زیادہ بڑھانے کی ضرورت ہے۔ ہمارے عوام کو معلوم ہی نہیں ہے کہ یہ میانمار کیا ہے اور کیا ظلم ہو رہا ہے۔ لہٰذا عوام کو آگاہی دینے کی ضرورت ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس وقت پاکستانی عوام، میں اور آپ روہنگیا مسلمانوں کے لیے کیا کر سکتے ہیں، سوائے اس کے کہ ان کے لیے خیر کے کلمات، دعا اور خاص طور پر ان کے لیے سامان مہیا کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستانی قوم فلاحی کاموں میں ٹاپ پر ہے۔

سوال: پاکستان میں نظریاتی داعشیں بھی ہیں یعنی این جی اوز جو پاکستان کے نظریات کی جڑوں پر خودکش حملے کرتی رہتی ہیں، وہ این جی اوز کہاں ہیں؟

عبدالرؤف فاروقی: اصل میں یہ بے حس اور بے درد لوگ ہوتے ہیں۔ اُمت مسلمہ کے خلاف ان لوگوں کے اندر ایک بغض موجود رہتا ہے۔ اگر کسی شخص نے رسالت اور قرآن مجید کی توہین کی ہو اور اس پر کوئی غیرت مند مسلمان اس کو مار دے تو یہ لوگ موم بتیاں اٹھا کر میدان میں آ کر کہتے ہیں کہ یہ بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ لیکن اگر امت مسلمہ پر ظلم ہو رہا ہو تو وہ خاموشی سے بیٹھ کر تماشا دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہی کچھ ہونا چاہیے۔ یہ مادر پدر آزاد لوگ ہیں اور مادر پدر آزادی کو فروغ دینا چاہتے ہیں تاکہ مرد اور عورت میں کوئی فرق نہ رہ جائے۔ ہم جنس پرستی کو عام کرنا چاہتے ہیں۔ پوری دنیا میں کلبوں میں ناچ، گانا اور بے حیائی کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ ان کے راستے میں رکاوٹ مسلمان ہیں۔ جہاں مسلمان قتل ہوگا وہ یہ سمجھیں گے کہ ہمارا راستہ ہموار ہو رہا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ یہاں بھی ہماری حکومتوں کا بہت غلط رول ہے۔ کیا ان حکومتوں کو معلوم نہیں ہے کہ ان کی فنڈنگ کہاں سے ہو رہی ہے۔ یہ این جی اوز ایک بزنس کرتی ہیں اور مسلمانوں کا خون بیچ کر پیسے کماتی ہیں۔

عبدالرؤف فاروقی: اس حوالے سے لمحہ فکریہ یہ ہے کہ ان کی فنڈنگ کے راستے کو روکنے کے لیے کوئی قانون نہیں۔ لیکن دینی مدارس کی فنڈنگ روکنے کے لیے قوانین بنائے جا رہے ہیں۔ ابھی پنجاب حکومت کی طرف سے ایک چیریٹی بل آ رہا ہے کہ کوئی آدمی دینی مدارس کو حکومت کی اجازت کے بغیر چندہ نہیں دے سکتا۔ لیکن این جی اوز سماجی خدمت کے نام پر جو چندہ اکٹھا کر رہی ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ انہی دنوں میں مدارس کے طلبہ، علماء اور منتظمین کو گرفتار کیا گیا ہے اور ان سے برآمد کیا ہوا ہے؟ صرف چار کتابیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک عالمی ایجنڈا ہے، جس کا حصہ ہمارے حکمران بھی بنے ہوئے ہیں۔ وہ ایجنڈہ یہ ہے کہ

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو!

لہٰذا یہ سارا کچھ اسی ایجنڈے کے تحت ہوگا کہ این جی اوز کی پشت پناہی ہوگی اور جو غیرت مند مسلمان اسلامی تہذیب، نبوی تہذیب کو اپنانا چاہے گا اور اس کو فروغ دینا چاہے گا تو اس کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کی جائیں گی۔

سوال: میڈیا کا کردار بہت اہم ہوتا ہے لیکن برما کے حوالے سے عیدالاضحیٰ تک میڈیا پر کوئی خبر نہیں تھی۔ البتہ سوشل میڈیا پر خبریں آ رہی تھیں۔ یہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کہاں تھا؟

> امریکہ کو شمالی کوریا کے میزائل تجربات سے تکلیف ہوئی تو صرف چند گھنٹے بعد ہی سلامتی کونسل کا اجلاس بلا لیا گیا۔ لیکن میانمار (اراکان) میں مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا جا رہا ہے لیکن سلامتی کونسل کو کوئی پروا نہیں ہے۔

ایوب بیگ مرزا: اصل میں یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے اور میڈیا والے یہ تسلیم بھی کر چکے ہیں کہ باہر سے جو رقوم آتی ہیں وہ میڈیا کو الگ الگ مدوں میں تقسیم ہوتی ہیں کہ کیسے بولنا ہے؟ کب بولنا ہے؟ امریکہ اور برطانیہ کا میڈیا بھی ایسا ہی کرتا ہے کہ جب قتل و غارت انتہا تک پہنچ جاتی ہے تو عوام میں اپنا بھرم رکھنے کے لیے وہ بولتے ہیں اور ان کو اشارہ بھی مل جاتا ہے کہ اب تھوڑا سا شور مچاؤ۔

عبدالرؤف فاروقی: ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کسی عالمی بڑی قوت کی طرف سے میانمار پر دباؤ بڑھانے کے لیے اب میڈیا کو کہا گیا ہو کہ ان مظالم کے خلاف شور مچاؤ تاکہ میانمار کا اصل چہرہ دنیا کے سامنے واضح ہو اور ہم اس کے ساتھ اپنی بارگیننگ کر سکیں۔

ایوب بیگ مرزا: گزشتہ نصف صدی سے ان تمام ممالک کو جنگ کا مرکز بنایا گیا جہاں زیر زمین معدنیات ہیں، دولت ہے اور ان تمام جنگوں میں میڈیا کا کردار وہی رہا ہے جو جنگ مسلط کرنے والی قوتیں چاہتی تھیں۔

سوال: ڈیمانڈ آ رہی ہے کہ پاکستان اپنی فوج کو اراکان بھیج دے۔ کیا بھیجنا چاہیے؟

عبدالرؤف فاروقی: ہم سب کی خواہشات ہیں کہ پاکستان کو بحیثیت اسلامی جمہوریہ پاکستان اور بحیثیت اسلامی ایٹمی قوت اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ زمینی حقائق بھی دیکھنے ہوں گے۔ روہنگیا مسلمانوں تک پہنچنے کا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ بنگلہ دیش راستہ دے دے۔ اس کے علاوہ کوئی ملک راستہ نہیں دے گا۔ لیکن بنگلہ دیش میں بھی حسینہ واجد کی حکومت ہے جو ایک درندہ صفت عورت ہے۔ جس نے وہاں اسلام اور مسلمانوں کو جس انداز سے ذبح کیا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ خاص طور پر وہ لوگ جنہوں نے 1971ء کی جنگ میں پاکستان کا ساتھ دیا تھا اور جو چاہتے تھے کہ مسلمان متحد رہیں، ان لوگوں کے خلاف اس حکومت نے مقدمات چلائے اور ان لوگوں کو سزائے موت دی گئی۔ لہٰذا حسینہ واجد کے بنگلہ دیش سے یہ توقع رکھنا کہ وہ مسلمانوں کو راخائن جانے یا وہاں سے بنگلہ دیش آنے کی اجازت دے گا، اس کی کوئی عملی تعبیر ممکن نہیں۔

سوال: میانمار کے ان مظلوم مسلمانوں کے لیے اہل پاکستان کیا کچھ کر سکتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: زمینی حقائق کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو اولین کام یہ ہے کہ ہم ان کے لیے دعا کریں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمارے عوام صدقات و زکوٰۃ کے معاملے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں چاہے انکم ٹیکس نہ بھی دیں۔ بلکہ بہت سے لوگوں نے سماجی کاموں کے حوالے سے بلینک چیک دیئے ہیں۔ لہٰذا ایک طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ ترکی کے ذریعے وہاں پیسے بھجوائے جائیں کیونکہ ترکی وہاں پیسے بھیج رہا ہے۔ اس کے علاوہ وہاں امداد بھیجنے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

عبدالرؤف فاروقی: ہم اس وقت بند گلی میں کھڑے ہیں۔ ہمارے سامنے کوئی راستہ نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ اُمت مسلمہ اقوام متحدہ کی زنجیروں سے نکلے اور اس بنیاد پر کہ ہم اُمت مسلمہ کے مسائل حل کریں گے، ایک مسلم اتحاد بنے اور پھر بنگلہ دیش کو باقاعدہ پوچھا جائے کہ تم اس مسلم اتحاد کا حصہ بننا چاہتے ہو یا بغاوت کا راستہ اپنانا چاہتے ہو۔ اگر وہ مسلم اتحاد کا حصہ بنے گا تو پھر راستہ مل سکتا ہے ورنہ اس کے بغیر کوئی راستہ نہیں ہے۔ میں اس حوالے سے کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوں۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

یہ عبرت کی جا ہے......!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر! روہنگیا مسلمانوں پر ظلم وجبر کی طویل ترین داستان جسے اب 70 سال ہونے کو آرہے ہیں، دنیا کو دکھائی، سنائی دے گئی؟ اراکان کا صوبہ جغرافیائی اور تاریخی لحاظ سے برما سے کٹا ہوا خودمختار مسلم علاقہ ہے، بنگلہ دیش سے متصل ہے۔ یہ برما کا فطری حصہ نہیں بلکہ مشرقی مسلم بنگال کا حصہ تھا۔ انگریز کی سازش کے تحت برصغیر کی تقسیم سے قبل اسے مشرقی پاکستان کا حصہ بنانے کی بجائے خون کے پیاسے بدھوں کے حوالے کر دیا۔ اراکان کی کہانی کشمیر، فلسطین ہی کا تسلسل ہے۔ یہاں بھی مسلمانوں کی نسل کشی اور انہیں ان کی آبائی سرزمین سے بے دخل کر کے دنیا بھر میں بکھیر دینا مقصود ہے۔ کشمیر میں ہندوؤں کی آبادکاری، فلسطینیوں کو خیمہ بستیوں، مہاجروں، پناہ گزینوں کی قوم بنا کر ان کی زمین پر یہودیوں کی آبادکاری، بوسنیا میں مسلمانوں کی نسل کشی کر کے اجتماعی قبروں میں لے جا بسانا عین یہی تاریخ روہنگیا کے مظلوم مسلمانوں سے مسلسل دہرائی جا رہی ہے۔ جلتی بستیاں، لٹتی عصمتیں (مساجد میں پناہ گزین عورتوں کی) گلے کاٹ کر جلا کر بھسم کیے جاتے معصوم بچے، سمندروں میں ڈوبتی بھری کشتیاں، بنگلہ دیش کی مجرمانہ سنگدلی، بے رحمی، کچھ بھی تو نیا نہیں۔ ہزارویں مرتبہ یہ سب دہرایا گیا ہے۔ برما کی دہشت گرد ریاست انسانیت کے خلاف بدترین جرائم کی مرتکب ہے۔ اس صدی کا ہولوکاسٹ خون مسلم سے کھیلا گیا ہے۔ نعرہ وہی ہے کہ میانمار سے مسلمانوں کو بے دخل کر کے (نسل کشی اور مہاجرت کے ذریعے) وہاں بدھوں کو آباد کیا جائے۔

اقوام متحدہ؟ وہی جو جگہ جگہ مغربی مفادات کے تحفظ (معدنیات، ہیرے جواہرات، قیمتی دھاتوں والے علاقوں کے وسائل لوٹنے کے لیے کارفرما مغرب) کے لیے امن فوج (Peace Keeping) تعینات کرتی ہے۔ جب باری مسلمانوں کی آتی ہے تو انگریزی میں پیس کے ہجے بدل جاتے ہیں۔ پھر یہ Piece Keeping...... یعنی مسلمانوں کے ٹکڑے (تکہ بوٹی) قائم کرنے والی فوج ہوتی ہے۔ جس کی مثال بوسنیا کی تاریخ میں موجود ہے۔ جہاں نیلی امن کی ٹوپیوں تلے محفوظ علاقے (Safe Haven) بنا کر مسلمانوں کو یک جا کیا۔ اور پھر ان پر سرب بھیڑیے چھوڑ دیے۔ آج مسلمان رہنما، عوام یواین کو پکار رہے ہیں؟ نہ یہ مشرقی تیمور ہے نہ جنوبی سوڈان...... جہاں راتوں رات نئی ریاستیں وجود میں آ جائیں۔ انڈونیشیا کی گردن پر انگوٹھا رکھ کر جھوٹ مکروفریب کی بنیاد پر مشرقی تیمور کی عیسائی ریاست اور ادھر جنوبی سوڈان کی عیسائی ریاست وصولی گئی۔ معاشی پابندیاں؟ اقوام متحدہ کی معاشی پابندیاں عراق کے لاکھوں معصوم مسلمان بچے مارنے کے لیے عائد ہوتی ہیں۔ افغانستان میں بدھا کا پتھر کا مجسمہ توڑنے پر قیامت ڈھانے کے لیے ہنگامۂ عظیم برپا ہوتا ہے، جیتے جاگتے معصوم مسلمان بچے مارنے پر نہیں۔

برما میں آنگ سان سوچی نوبل امن انعام کا تمغہ سجائے مسلمانوں کے بہتے خون کی ندیوں میں چپو چلا رہی ہے۔ مودی سے شاباش پا رہی ہے۔ امن کی یہ دیوی مسلم کشی پر مہر بلب اسی لیے ہے کہ امن انعام میلا نہ ہو جائے۔ یہ انعام ملتا بھی تو انہی کارناموں پر ہے۔ 1994ء میں شمعون پیریز (2 مرتبہ اسرائیل کا وزیراعظم رہنے والا) اور مناحم بیگن...... قبل ازیں 1978ء میں نوبل امن انعامات کے مستحق قرار پائے۔ فلسطینیوں کی نسل کشی، بے دخلی (Ethnic Cleansing) پر فرط امن کے جوش میں اسرائیلی بار بار نوازے گئے!

او آئی سی؟ ایک مرتبہ پہلے جب ایسی ہی کئی قیامتیں گزریں، ٹوکوں سے مسلمان ذبح ہوئے (2013ء) تو او آئی سی کے جنرل سیکرٹری تشریف لے گئے تھے۔ مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر رو دیے۔ واپس آئے۔ کچھ بیانات، کچھ قرار دادیں اور بس! اب مسلمان پھر OIC کو پکار رہے ہیں؟

سرہانے میر کے آہستہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے!

41 ممالک کی اسلامی فوج، اور اس کے کڑک دار پاکستانی جرنیل؟ یہ فوج ایسے مظلوموں کی دادرسی جیسے چھوٹے موٹے کاموں کے لیے تو نہیں بنی!

یہ سارے اٹھتے بیانات کا غلغلہ صرف گونگلوؤں سے مٹی جھاڑنے کا شغل ہے۔ ایٹمی پاکستان اپنی مظلوم بیٹی ڈاکٹر عافیہ امریکہ سے واپس نہ لا سکا (صرف پیچ آیا!)۔ یہ صرف زبانی جمع خرچ ہے۔ عالمی میڈیا کو اب بولنے کی اجازت ملی ہے تو سارے نیند سے اٹھ گئے ہیں۔ اجازت کی وجہ بھی یہ ہے کہ روہنگیا کے اکادکا واقعات تنگ آمد بہ جنگ آمد کے ہوئے ہیں۔ برمی پولیس اور فوج پر حملے ہوئے ہیں۔ اپنے دفاع اور مظالم کے جواب میں تو عالمی ضمیر جہاد (دہشت گردی!) کے خوف سے لرز اٹھا ہے۔ شور مچا دو۔ ہانڈی میں پانی اور پتھر ڈال کر چولہے پر چڑھا دو۔ مسلمانو! اٹھو اپنے بھائیوں کو تسلی دو، ابھی تمہاری دادرسی ہو گی...... ہتھیار نہ اٹھاؤ۔ دہشت گرد (جہادی) نہ بنو۔ (یہ حق صرف مودی، بشارالاسد، بدھ میانمار، امریکہ کے نام محفوظ ہے)۔ امت کو کچھ کرنا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ دنیا بھر میں بکھیرے روہنگیا کو واپس ان کے علاقے میں آباد کر کے علیحدہ آزاد ریاست (مشرقی تیمور کی طرح) قائم کر کے اراکان کا قرضہ ادا کیا جائے۔ ان کی نسلوں کے خون کی دیت انہیں ادا کی جائے۔ وسائل سے مالا مال مسلم امت بے بسی، بے کسی، بے حسی کی تصویر بنی قرار دادیں نہ پاس کرے، نعرے نہ لگائے، پتلے نہ جلائے۔ مسلمانوں کا حق اسلام دشمن عالمی نظام سے چھین کر اپنے مظلوم بھائیوں کو دلوائے۔ ہر جگہ! ڈیڑھ ارب امت! محمد بن قاسم ایک بھی نہیں؟

ہم آپ تو پاکستانیت کی تنگنائے میں کنویں کے مینڈک بنے امت سے بے نیاز رہنے کی تربیت بعداز مشرف 16 سال سے پا رہے ہیں۔ اب ترکی کے نعرہ ہائے غیرت نے ہمارے دفتر خارجہ، پارلیمان، لیڈروں کو بیان دینے پر مجبور کر دیا ہے۔ ورنہ میانمار سے ہمارے تعلقات، تجارت، دفاعی معاہدوں، دوروں میں ان خونچکاں سالوں میں کبھی کمی نہیں آئی۔ اب بولے ہیں تو پھر سجدہ سہو بھی ادا کیجیے۔ غفلت کا حقیقی کفارہ دیجیے۔ ورنہ کفر تو ملت واحدہ ہے۔ برکس (BRICS) میں پاکستان پر بھارت کی زبان میں لشکر طیبہ اور جیش محمد پر جو سنگ باری ہوئی...... وہ ہمیں آئینہ دکھانے کو کافی ہے۔

دیکھا جو اینٹ کھا کے کمین گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی!

ہمارا دوسرا دیرینہ دوست...... امریکہ...... آج کل الٰہی تھپیڑوں کی زد میں ہے۔ ہاروی اور ارما اب تک 300 ارب ڈالر کا نقصان پہنچا چکا ہے۔ امریکی تاریخ کا مہنگا ترین طوفان جس سے بحالی میں طویل مدت اور وسائل کھپیں گے۔ (ٹرمپ سعودی عرب سے جو بغلیں بجاتا ہمارے...... مسلمانوں کے...... وسائل پر ہاتھ صاف کر

کے گیا تھا اس سے کئی گنا زیادہ ایک ہی ہلے میں کھو بیٹھا۔ آبادی درہم برہم، صنعتیں زیروزبر، انفراسٹرکچر تباہ و برباد ہوگیا!) کیمیکل پلانٹ میں لگی خوفناک آگ سے آسمان تک اٹھتے زہریلے دھوئیں اور شعلوں نے مسلم دنیا میں بھڑکائی جنگوں کا ذائقہ امریکی عوام کو بھی چکھادیا۔ پاکستان، یمن، لیبیا، تیونس، شام میں ہونے والے آپریشن...... آبادیوں کا انخلاء دربدری...... پناہ گاہوں کی تلاش...... یہی سب فرشوں پر پڑے سوتے نازک مزاج امریکی طوفانوں کا ذائقہ چکھ رہے ہیں اور اب ارما......طوفان کا نیا سلسلہ۔ پناہ بخدا!

کریبین میں برطانیہ کی 14 آبادیاں، برطانوی حاکمیت اور دائرہ کار کے تحت ہیں۔ سینٹ مارٹن فرانسیسی ہے۔ ڈچ، ہسپینی بھی موجود ہیں۔ یورپیوں نے اس کا ذائقہ 185 میل (295 کلومیٹر) فی گھنٹہ رفتار کے قوی ترین طوفان میں یہاں چکھا۔ اس سے بچ نکلنے والوں کے مطابق: آپ ہمارے جزیرے کو دیکھیں گے تو آپ کو لگے گا کہ ہم ایٹم بم دھماکے کی تباہی سے ہو گزرے ہیں۔ ان جزائر میں ٹرمپ کا 11 بیڈروم کا محل نما ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ طوفان اس کے درپے ہوگیا! یہ مغربی امراء کی تفریح گاہیں سیرگاہیں تھیں جن پر یہ الٰہی ڈرون، بمبار جہاز (بلا پائلٹ) مسلط ہوئے (طوفان کی رفتار ہوائی جہاز کی سی ہے!)

ارما...... عادارم کی ہلاکت کی داستان تازہ کر رہا ہے۔ تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے کیا برتاؤ کیا اونچے ستونوں والے عادارم کے ساتھ جن کی مانند کوئی قوم دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی تھی؟ (الفجر: 7،8)

اب امریکہ میں فلوریڈا نے اس قوم عاد والے طوفان کو وصول کیا۔ اسے لوگ قیامت کا نام دے رہے ہیں۔ بحراوقیانوس اور امریکہ کی تاریخ کا خوفناک ترین، طویل ترین طوفان۔ فلوریڈا میں سوا کروڑ بجلی کے بغیر 70 لاکھ بے گھر پناہ گزین۔ ہمیں پناہ مانگنے کی دعا سکھائی گئی ہے۔ (المومنون: 93،94)...... پھر دیکھ لو کہ میری گرفت کیسی سخت تھی! (الملک: 18)

طوفانوں کے ہمراہ مگرمچھ، سانپ، بچھو گھروں میں در آئے ہیں۔ مزید بلا کیلی فورنیا میں لگی 19 مقامات پر بے قابو آگ ہے۔ لاس اینجلس میں تاریخ کی سب سے بڑی آگ ہے جو جہنم کا سماں 4000 ایکڑ پر پیش کر رہی ہے۔ قابو میں آنے کا نام نہیں لے رہی۔ بارش کا انتظار ہے، مگر ساتھ ہی یہ خوف کہ اگر بجلی گری کڑکی تو نئی آگ بھڑکے گی۔

یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے!

ماہ محرم الحرام سے ہجری سال کی ابتدا کیوں؟

محمد نجیب قاسمی سنبھلی

www.najeebqasmi.com

محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے یعنی محرم الحرام سے ہجری سال کا آغاز اور ذوالحجہ پر ہجری سال کا اختتام ہوتا ہے۔ نیز محرم الحرام ان چار مہینوں میں سے ایک ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرمت والے مہینے قرار دیئے ہیں۔ اس ماہ کو حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا مہینہ قرار دیا ہے۔ یوں تو سارے ہی دن اور مہینے اللہ تعالیٰ کے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے سے اس کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ ماہ محرم کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس مہینے کا روزہ رمضان المبارک کے بعد سب سے افضل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک صاحب نے آکر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! رمضان کے مہینہ کے بعد کس مہینے کے روزے رکھنے کا آپ مجھے حکم دیتے ہیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر رمضان کے مہینہ کے بعد تم کو روزہ رکھنا ہو تو محرم کا روزہ رکھو اس لیے کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے۔ اس میں ایک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی اور دوسرے لوگوں کی توبہ بھی قبول فرمائیں گے۔ (ترمذی) جس قوم کی توبہ قبول ہوئی وہ قوم بنی اسرائیل ہے جیسا کہ اس کی وضاحت حدیث میں ہے کہ عاشورہ کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دی تھی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی سال کی ابتدا ماہ محرم الحرام سے ہی کیوں کی گئی؟ جبکہ نبی اکرم ﷺ کی ہجرت مدینہ منورہ کی طرف ماہ ربیع الاوّل میں ہوئی تھی۔ جواب سے پہلے چند ایسے امور ملاحظہ فرمائیں جن کے متعلق تقریباً تمام مؤرخین متفق ہیں:

1۔ ہجری سال کا استعمال نبی اکرم ﷺ کے عہد میں نہیں تھا، بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں صحابۂ کرامؓ کے مشورے کے بعد 17 ہجری میں شروع ہوا۔

2۔ ہجری سال کے کیلنڈر کا افتتاح اگرچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا تھا، مگر تمام بارہ اسلامی مہینوں کے نام اور ان کی ترتیب نہ صرف نبی اکرم ﷺ کے زمانے، بلکہ عرصۂ دراز سے چلی آرہی تھی اور ان بارہ مہینوں میں سے حرمت والے چار مہینوں (ذو القعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام، رجب) کی تحدید بھی زمانہ قدیم سے چلی آرہی تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے: ''مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔'' (سورۃ التوبہ: 36)

3۔ اسلامی کیلنڈر (ہجری) کے افتتاح سے قبل عربوں میں مختلف واقعات سے سال کو موسوم کیا جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے عربوں میں مختلف کیلنڈر رائج تھے اور ہر کیلنڈر کی ابتدا محرم الحرام سے ہی ہوتی تھی۔

اب جواب عرض ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب ایک نئے اسلامی کیلنڈر کو شروع کرنے کی بات آئی تو صحابۂ کرام نے اسلامی کیلنڈر کی ابتدا کو نبی اکرم ﷺ کی ولادت یا نبوت یا ہجرت مدینہ سے شروع کرنے کے مختلف مشورے دیئے۔ آخر میں صحابۂ کرامؓ کے مشورہ سے ہجرت مدینہ منورہ کے سال کو بنیاد بنا کر ایک نئے اسلامی کیلنڈر کا آغاز کیا گیا۔ یعنی ہجرت مدینہ منورہ سے پہلے تمام سالوں کو زیرو (Zero) کردیا گیا اور ہجرت مدینہ منورہ کے سال کو پہلا سال تسلیم کرلیا گیا۔ رہی مہینوں کی ترتیب تو اس کو عربوں میں رائج مختلف کیلنڈر کے مطابق رکھی گئی یعنی محرم الحرام سے سال کی ابتدا۔ غرض یہ ہے کہ عربوں میں محرم الحرام کا مہینہ قدیم زمانے سے سال کا پہلا ہی مہینہ رہتا تھا، لہٰذا اسلامی سال کو شروع کرتے وقت اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ اس طرح ہجرت مدینہ منورہ سے نیا اسلامی کیلنڈر تو شروع ہوگیا، مگر مہینوں کی ترتیب میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔

سورج کے نظام سے عیسوی کیلنڈر میں 365 یا 366 دن ہوتے ہیں، جبکہ ہجری کیلنڈر میں 354 دن ہوتے ہیں۔ ہر کیلنڈر میں 12 ہی مہینے ہوتے ہیں۔ ہجری

کیلنڈر میں مہینہ 29 یا 30 دن کا ہوتا ہے جبکہ عیسوی کیلنڈر میں سات مہینہ 31 دن کے، چار ماہ 30 دن اور ایک ماہ 28 یا 29 دن کا ہوتا ہے۔ سورج اور چاند دونوں کا نظام اللہ ہی نے بنایا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں متعدد عبادتیں ہجری کیلنڈر سے مربوط ہیں۔ دونوں کیلنڈر میں 10 یا 11 روز کا فرق ہونے کی وجہ سے بعض مخصوص عبادتوں کا وقت ایک موسم سے دوسرے موسم میں تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ یہ موسموں کی تبدیلی بھی اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔ ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے کہ موسم کیسے تبدیل ہو جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس پر غور وخوض کرنے کی دعوت دینی چاہئے۔ ظاہر ہے کہ یہ صرف اور صرف اللہ کا حکم ہے جس نے متعدد موسم بنائے اور ہر موسم میں موسم کے اعتبار سے متعدد چیزیں بنائیں، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

”بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے باری باری آنے جانے میں اُن عقل والوں کے بڑی نشانیاں ہیں۔ جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہوئے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں، اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں، (اور انہیں دیکھ کر بول اٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار! آپ نے یہ سب کچھ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ آپ (ایسے فضول کام سے) پاک ہیں۔ پس دوزخ کے عذاب سے بچالیجئے۔“ (آل عمران: 190، 191)

ہم نئے ہجری سال کی آمد پر عزم مصمم کریں کہ زندگی کے جتنے ایام باقی بچے ہیں ان شاء اللہ اپنے مولا کو راضی رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ ابھی ہم بقید حیات ہیں اور موت کا فرشتہ ہماری جان نکالنے کے لیے کب آجائے، معلوم نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”پانچ امور سے قبل پانچ امور سے فائدہ اٹھایا جائے۔ بڑھاپہ آنے سے قبل جوانی سے۔ مرنے سے قبل زندگی سے۔ کام آنے سے قبل خالی وقت سے۔ غربت آنے سے قبل مال سے۔ بیماری سے قبل صحت سے۔“ (مستدرک الحاکم)

اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کسی انسان کا قدم اللہ تعالیٰ کے سامنے سے ہٹ نہیں سکتا یہاں تک کہ وہ مذکورہ سوالات کا جواب نہ دے دے: زندگی کہاں گزاری؟ جوانی کہاں لگائی؟ مال کہاں سے کمایا؟ یعنی حصول مال کے اسباب حلال تھے یا حرام۔ مال کہاں خرچ کیا؟ یعنی مال سے متعلق اللہ اور بندوں کے حقوق ادا کیے یا نہیں۔ علم پر کتنا عمل کیا؟ میرے عزیز بھائیو! ہمیں اپنی زندگی کا حساب اپنے خالق و مالک و رازق کو دینا ہے جو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، جو پوری کائنات کا پیدا کرنے والا اور پوری دنیا کے نظام کو تن تنہا چلا رہا ہے۔

ہمیں گزشتہ 354 دن کے چند اچھے دن اور کچھ تکلیف دہ لمحات یاد رہ گئے ہیں باقی ہم نے 354 دن اس طرح بھلادئے کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ غرضیکہ ہماری قیمتی زندگی کے 354 دن ایسے ہوگئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ حالانکہ ہمیں ہجری سال کے اختتام پر یہ محاسبہ کرنا چاہیے کہ ہمارے نامۂ اعمال میں کتنی نیکیاں اور کتنی برائیاں لکھی گئیں۔ کیا ہم نے امسال اپنے نامۂ اعمال میں ایسے نیک اعمال درج کرائے کہ کل قیامت کے دن ان کو دیکھ کر ہم خوش ہوں اور جو ہمارے لیے دنیا وآخرت میں نفع بخش بنیں؟ یا ہماری غفلتوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے ایسے اعمال ہمارے نامۂ اعمال میں درج ہوگئے جو ہماری دنیا وآخرت کی ناکامی کا ذریعہ بنیں گے؟ ہمیں اپنا محاسبہ کرنا ہوگا کہ امسال اللہ کی اطاعت میں بڑھوتری ہوئی یا کمی آئی؟ ہماری نمازیں، روزے اور صدقات وغیرہ صحیح طریقہ سے ادا ہوئے یا نہیں؟ ہماری نمازیں خشوع وخضوع کے ساتھ ادا ہوئیں یا پھر وہی طریقہ باقی رہا جو بچپن سے جاری ہے؟ روزوں کی وجہ سے ہمارے اندر اللہ کا خوف پیدا ہوا یا صرف صبح سے شام تک بھوکا رہنا؟ ہم نے یتیموں اور بیواؤں کا خیال رکھا یا نہیں؟ ہمارے معاملات میں تبدیلی آئی یا نہیں؟ ہمارے اخلاق نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کا نمونہ بنے یا نہیں؟ جو علم ہم نے حاصل کیا تھا وہ دوسروں کو پہنچایا یا نہیں؟ ہم نے اپنے بچوں کی ہمیشہ ہمیش کی زندگی میں کامیابی کے لیے کچھ اقدامات بھی کیے یا صرف ان کی دنیاوی تعلیم اور ان کو دنیاوی سہولیات فراہم کرنے کی ہی فکر کرتے رہے؟ ہم نے امسال انسانوں کو ایذائیں پہنچائی یا ان کی راحت رسانی کے انتظام کیے؟ ہم نے یتیموں اور بیواؤں کی مدد بھی کی یا صرف تماشا دیکھتے رہے؟ ہم نے قرآن کریم کے ہمارے اوپر جو حقوق ہیں وہ ادا بھی کئے یا نہیں؟ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی یا نافرمانی؟ ہمارے پڑوسی ہماری تکلیفوں سے محفوظ رہے یا نہیں؟ ہم نے والدین، پڑوسی اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کیے یا نہیں؟

اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی کے قیمتی لمحات قرآن وسنت کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ”مسجد جامع القرآن گلشن سحر قاسم آباد حیدر آباد“ میں
01 تا 07 اکتوبر 2017ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔
رفقاء ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کرکے تشریف لائیں:۔
☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

06 تا 08 اکتوبر 2017ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)
کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0300-2168072 022-2106187

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: (042)36316638-36366638

روہنگیا مسلمانوں پر مظالم اور اسلام دشمن قوتوں کی پشت پناہی

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید

برما کی حکومت کی روہنگیا کے مسلمانوں پر بربریت اور درندگی آج کا اہم ایشو ہے۔اس درندگی کے مناظر لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔پرنٹ میڈیا میں بھی اس کا ذکر ہے اور الیکٹرانک میڈیا پر تو سب ہی دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح کے مظالم ان پر ڈھائے جا رہے ہیں۔یہ کہا جا رہا ہے کہ کچھ جعلی خبریں اور تصاویر عام کی جا رہی ہیں۔ہو سکتا ہے کہ مبالغے کے لیے ایسی کچھ حرکتیں ہوئی ہوں لیکن سوال یہ ہے کہ آخر تین لاکھ لوگ اپنا گھر بار چھوڑ کر بنگلہ دیش میں پناہ لینے پر کیوں مجبور ہوئے ہیں؟ یقیناً ان کی اس مجبوری کی پشت پر کچھ تو معاملات ہیں۔اس ضمن میں اس کی ماضی کی تاریخ بھی شاہد ہے کہ ان پر بڑے پیمانے پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے ہیں اور یہ مظالم پچھلے کئی سال سے تسلسل کے ساتھ جاری ہیں۔عقل دنگ ہے کہ یہ مظالم ان بدھوں کی جانب سے کیے جا رہے ہیں جو ایک مچھر جیسے کیڑے کو مارنا بھی گناہ سمجھتے ہیں۔لیکن شاید ان کے نزدیک مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔اسلام دشمن قوتیں ان کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔لہٰذا سلامتی کونسل کا کوئی اجلاس اس ایشو پر نہیں بلایا گیا۔حالانکہ ہیومن رائٹس واچ اور ایمنسٹی انٹرنیشنل نے بھی ان مظالم کی تصدیق کی ہے۔اسلامی دنیا کے سربراہان حکومت کا طرزِ عمل مجموعی طور پر انتہائی شرمناک ہے۔یہ ان کی بے حسی کی انتہا کا مظہر ہے۔سعودی عرب مسلمانوں کا امام ہے لیکن ان کی جانب سے بھی ہماری معلومات کی حد تک اس ضمن میں کوئی کارروائی تا حال سامنے نہیں آئی ہے۔ایٹمی صلاحیت سے مالا مال پاکستان نے میانمار کے سفیر کو وزارت خارجہ میں طلب کر کے محض رسمی احتجاج ہی کا مظاہرہ کیا ہے۔حالانکہ سینٹ کی قائمہ کمیٹی نے بھی یہ سفارش کی ہے کہ برما کے ساتھ تجارتی تعلق منقطع کیا جائے۔یہ بہت بڑا المیہ ہے۔34 ممالک پر مشتمل فوجی اتحاد کا سنتے آ رہے ہیں، پتہ نہیں چل رہا ہے کہ وہ کس مرض کی دوا ہے۔اس کے سربراہ راحیل شریف صاحب کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں، اس حوالے سے ان کا بھی کوئی کردار سامنے نہیں آیا۔او آئی سی کی جانب سے کم از کم سفارتی تعلقات کے خاتمے اور تجارتی تعلقات کے انقطاع کا اعلان کیا جانا چاہیے تھا۔لیکن اس کی جانب سے آستانہ میں سائنس اور ٹکنالوجی کے حوالے سے دو روزہ کانفرنس میں صرف یہ بات کہی گئی ہے کہ میانمار کی حکومت مسلمانوں پر ظلم کے مرتکب مجرمین کے خلاف سخت کارروائی کرے جبکہ وہاں کی حکومت اور فوج خود اس جرم میں ملوث ہے۔البتہ ترکی کا ایک جرأت مندانہ اقدام سامنے آیا ہے۔انہوں نے روہنگیا کے مہاجروں پر بنگلہ دیش کی حکومت سے اپنی سرحد کھولنے کا مطالبہ کیا ہے۔شام کے مہاجرین کی ایک بڑی تعداد کو ترکی نے اپنے ہاں پناہ دی ہے کیونکہ شام کی سرحد تو ترکی سے ملتی ہے۔ترک صدر رجب طیب اردوان نے مذکورہ بالا کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے نہ صرف انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں سے اپیل کی ہے کہ وہ روہنگیا کے مسلمانوں پر ظلم کے خلاف مسلم امہ کا ساتھ دیں بلکہ مسلم امہ میں اتحاد اور سالمیت پر زور دیتے ہوئے کہا ہے کہ پوری دنیا میں مسلم ممالک کو میانمار میں روہنگیا مسلمانوں کے خلاف جاری تشدد کو روکنے کے لیے کام کرنا چاہیے۔کم از کم ایک اسلامی مملکت کی جانب سے یہ قابل تقلید مثال سامنے آئی ہے۔یقیناً ترکی کے صدر اس مسئلہ میں دلچسپی لے کر مرکزی کردار ادا کر رہے ہیں۔

برما کی وزیر اعظم عالمی امن کے حوالے سے نوبل انعام یافتہ ہیں۔ان کی وزارت عظمیٰ کے دوران بدترین دہشت گردی، ظلم و بربریت کا بازار گرم ہے۔گویا کہ ان کی کارکردگی نوبل انعام یافتہ ہونے کے تناظر میں بالکل اس کے برعکس ہے جس کی توقع اس حوالے سے ان کی جا سکتی ہے۔عالم کفر آج مسلمانوں کے خلاف ملت واحدہ بنا ہوا ہے۔ان واقعات کے شروع ہونے سے قبل میانمار کے صدر نے بھارت کا دورہ بھی کیا تھا۔دوسری جانب نریندر مودی نے اپنے حالیہ دورۂ برما کے دوران انہیں تھپکی بھی دی ہے۔یہ حقائق بہت تلخ سہی لیکن ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان قوتوں کے آگے کیا نعوذ باللہ، اللہ بھی بے بس ہے؟ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔علامہ نے نظم شکوہ میں اللہ سے شکوہ کرتے ہوئے کہا تھا ؎

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

آج دنیا کی ساری نعمتوں سے غیر مسلم اقوام مالا مال ہیں۔اگر یہ سب کچھ تیری رحمت ہے تو یہ رحمت ان پر ہے، ہم پر تو نہیں۔قدرتی آفات سمیت دنیا بھر کے مظالم برق بن کر مسلمانوں پر گر رہے ہیں۔یہ کیا ماجرہ ہے؟ یہ علامہ اقبال کا بڑا حقیقی سوال تھا۔علماء نے ان پر بڑی سخت تنقیدیں بھی کی تھیں۔کیونکہ ان کے خیال میں علامہ اقبال اللہ سے شکوہ کرتے کرتے حد سے آگے نکل گئے تھے۔علامہ تو یہاں تک کہہ گئے تھے ؎

کبھی ہم سے، کبھی غیروں سے شناسائی ہے
بات کہنے کی نہیں، تو بھی تو ہرجائی ہے

لیکن انہوں نے مسلمانوں کی سو فیصد ترجمانی کی تھی۔آج بھی یہی صورتحال ہے۔جواب شکوہ میں علامہ اقبال نے قرآن و سنت کی تعلیمات کا نچوڑ پیش کر کے مسلمانوں کو بتایا کہ اس صورتحال کے ذمہ دار تم خود ہو۔اب تو علامہ کی یہ دونوں نظمیں عرصہ ہوا نصاب سے خارج کر دی گئی ہیں۔اب تو کوشش یہ ہو رہی ہے کہ علامہ کے جملہ کلام ہی کو نصاب سے خارج کر دیا جائے۔جب شاعر پر کیفیت وارد ہوتی ہے تب اشعار کا نزول ہوتا ہے۔لہٰذا انہوں نے کافی عرصے بعد اپنی نظم جواب شکوہ کہی۔حضور ﷺ کا ایک فرمان ہے کہ جس میں مسلمانوں کی آج کی اِس صورت حال کا پورا جواب مل جاتا ہے۔اس وقت کی کیفیت کے حوالے سے حضرت ثعبان ؓ سے مروی ایک حدیث کے مطابق رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ اقوام عالم ایک دوسرے کو تم پر ٹوٹ پڑنے کی دعوت دیں گی جیسا کہ کھانا چننے کے بعد دسترخوان کی طرف بلایا جاتا ہے کہ کھانا چن دیا گیا ہے۔آئیں اِس سے اپنا اپنا حصہ حاصل کیجئے۔اس زمانے میں عربوں میں ضیافت کا جو اہتمام ہوتا تھا تو پورا پورا دنبہ اور آج کل تو سالم اونٹ روسٹ کر کے رکھ دیا جاتا ہے۔چھریاں پکڑا دی جاتی ہیں تاکہ مہمان طعام تناول فرمائیں۔آج کل بالکل یہی نقشہ امت مسلمہ کا ہے جس پر اقوام عالم ایک دوسرے کو ٹوٹ پڑنے کی دعوت دے رہی ہیں۔ایک سوال کرنے والے نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم تعداد میں اتنے کم ہو جائیں گے کہ اقوام عالم ہم سے جو چاہیں سلوک کریں؟ فرمایا کہ نہیں بلکہ تمہاری تعداد بہت کثیر ہوگی۔

لیکن تمہاری حیثیت سیلاب کے خس و خاشاک کی سی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں میں جو تمہاری ہیبت ہے وہ نکال دے گا۔ پھر پوچھا گیا کہ ایسا کیوں ہوگا؟ جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں وہن کی بیماری پیدا فرما دے گا۔ پوچھا گیا کہ یہ وہن کیا ہے؟ فرمایا کہ دنیا کی محبت اور موت سے کراہیت۔ دنیا کی محبت جب تمہارے دلوں میں گھر کر جائے گی جس کا لازمی نتیجہ موت کا سب سے زیادہ ناپسندیدہ شے بن جانا ہے۔ جیسا کہ جب یہودیوں کے دلوں میں دنیا کی محبت پیدا ہوگئی تھی تو قرآن نے انہیں چیلنج کیا تھا کہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کی عمر ہزار برس کی ہوجائے۔ یہ مرنے کے لیے تیار نہیں لہٰذا آگے بڑھ کر لڑ نہیں سکتے۔ آج پورے عالم اسلام کی یہی کیفیت ہے۔ دنیا جو چاہے ہمارے ساتھ سلوک کرتی ہے لیکن ہم پر مکمل بے بسی طاری ہے۔ یہ دین سے غداری کی سزا ہے جو امت کو مل رہی ہے۔ یہ اللہ کی سنت ہے۔ سابقہ امتوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا رہا ہے۔ اپنے اپنے وقت میں وہ زمین پر اللہ کی نمائندہ ہوا کرتی تھیں لیکن جب انہوں نے اللہ کے دین سے بیوفائی کی تو اللہ نے انہیں مشرکوں اور بت پرستوں سے پٹوایا ہے۔ ذلت اور مسکنت کا عذاب مسلمان امتوں پر اللہ کی طرف سے مسلط ہوجاتا ہے جب وہ دین سے بے وفائی کرتی ہیں۔ اس بے وفائی کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ تقریباً 58 مسلمان ممالک میں ایک جگہ بھی اللہ کا دین قائم نہیں ہے۔ حالانکہ ان پر ہم مسلمانوں کا اختیار ہے۔ یہ تو اللہ کے خلاف بغاوت ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ حضور ﷺ کی طرف سے دیا ہوا نظام بہترین اور کامل ترین ہے۔ لیکن سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ہم اسے اپنے ہاں نافذ کریں۔ جو نافذ کرنے کی کوشش کرے گا، ہم اسے بھی نشانِ عبرت بنا دیں گے۔ عملاً تو ہم یہی کر رہے ہیں۔ لہٰذا علامہ نے جو جواب شکوہ میں آخری شعر کہا تھا اسی میں ہماری نجات ہے ۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اس راستے پر آؤ تو سہی پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اختیار، اقتدار، غلبہ، عزت، شہرت اور سارے وسائل تمہیں عطا کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

☆☆☆

امریکہ سے دوستی کے تین ادوار

محمد سمیع

اب تک تو امریکہ سے دوستی کے حوالے سے یہ شعر منسوب کیا جاتا رہا ہے ۔

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

میں امریکہ سے دوستی کو تین ادوار میں تقسیم کرتا ہوں ۔ ایک تو نائن الیون کے حادثے سے قبل ہماری امریکہ کے ساتھ دوستی پر چسپاں ہوتا ہے گو کہ امریکہ سے دوستی کے لیے یہ شعر ایک مستقل حیثیت بھی رکھتا ہے۔ ایک نائن الیون کے حادثے کے بعد سے لے کر اب تک کا دور جس سے فارسی کا یہ شعر بہت مناسبت رکھتا ہے ۔

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اس شعر کو سمجھنا قارئین کے لیے مشکل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ایک لفظ شود کے علاوہ شعر کے تمام الفاظ اردو زبان میں مستعمل ہیں۔ اب جو ٹرمپ حکومت نے نئی افغان پالیسی کا اعلان کیا ہے، اس کے لیے یہ شعر مناسب لگتا ہے ۔

میں نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی
سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں

ان اشعار سے تعلق کو سمجھنے کے لیے متعلقہ ادوار کا ایک سرسری جائزہ لینا ضروری ہوگا۔ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان نے روس کے مقابلے میں امریکہ کی دوستی کو ترجیح دی کیونکہ ان کے نزدیک غالباً اہل کتاب کو دوسروں پر ترجیح دی جانی چاہیے تھی۔ حالانکہ اسلام اور اہل اسلام سے دشمنی میں مشرکین سے زیادہ اہل کتاب شدید ہیں۔ پہلے فوجی حکومت کے سربراہ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے دور میں امریکی امداد اور قرضوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا اس پر تو گفتگو بعد میں ہوگی۔ البتہ 1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں امریکی رویہ پاکستان کے خلاف ہی رہا۔ 1965ء میں ہندوستان سے جنگ کے دوران امریکہ کی جانب سے پاکستان پر اسلحے کی ترسیل پر پابندی لگا دی گئی۔ اس سے پہلے جب ہندوستان کی جنگ چین کے ساتھ ہوئی تو پاکستان کے لیے موقع تھا کہ کشمیر پر قابض ہوجاتا لیکن امریکہ نے پاکستان کو لالی پاپ دیا کہ وہ اس سے گریز کریں۔ امریکہ اس معاملے میں خود دلچسپی لے کر اسے حل کرے گا۔ پھر وہی ہوا کہ وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہوگیا۔ 1971ء کی جنگ میں امریکی ساتویں بحری بیڑے کی خلیج بنگال میں آمد کا ڈرامہ رچایا گیا۔ سقوط ڈھاکہ ہوگیا لیکن ساتواں بحری بیڑہ نہ آنا تھا اور نہ آیا۔ پہلے تو یہ تاثر عام تھا کہ سقوط ڈھاکہ میں بظاہر بھارت ملوث تھا اور اس کی پشت پر سوویت روس تھا لیکن بعد میں یہ حقیقت سامنے آئی کہ امریکہ بہادر خود بھی پاکستان کی شکست و ریخت میں کردار ادا کرنے میں پیچھے نہ تھا۔ ضیاء الحق کے دور میں پاکستان کو روس کے خلاف استعمال کیا گیا اور جب سوویت یونین ٹوٹ گیا، تو امریکہ نے افغانستان سے راہ فرار اختیار کی اور پاکستان کو تنہا چھوڑ دیا۔ قدرت کے کھیل دیکھیے کہ پاکستان کی شکست و ریخت کا سبب روس بنا تھا تو روس کی شکست و ریخت کا سبب پاکستان بنا۔ اب آیئے تیسرے دور میں جب نائن الیون کا حادثہ ہوا تو امریکہ کی طرف سے سوال ہوا کہ آیا دشمن یا دوست تو پرویز مشرف نے فوراً سر جھکا کر عرض کی کہ ع

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اس کے بعد جسد پاکستان پر اتنے خنجر کے وار ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں کہ ۔

تن ہمہ داغ داغ شد
پنبہ کجا کجا نہم

جان کیری جنہیں ہم بزعم خود پاکستان دوست

امریکی سینیٹر سمجھتے رہے ہیں۔ ابھی کچھ عرصے قبل پاکستان تشریف لائے تھے اور یہاں انہوں نے کچھ چکنی چپڑی باتیں کی تھی لیکن جب کابل پہنچے تو فرمایا کہ ہم حقانی نیٹ ورک کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ پاکستان پر واضح کر دیا کہ اپنا رویہ بدلے۔ اسلام آباد نے رویہ نہ بدلا تو بطور قوم ہمیں اپنا رویہ تبدیل کرنا پڑے گا۔ اور اب ڈونلڈ ٹرمپ نے اسی کا اعادہ اپنی افغان پالیسی میں کیا ہے۔ اس سے قبل امریکہ نے پاکستان کے لیے سوا پانچ ارب روپے کی فوجی امداد روکتے ہوئے حقانی نیٹ ورک کے خلاف کارروائی نہ کرنے کا الزام عائد کیا تھا۔ اب ڈونلڈ ٹرمپ نے پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے کہا ہے کہ افغانستان میں غیر معینہ مدت تک موجود رہیں گے۔ فوج میں اضافہ اور کارروائی میں شدت لائی جائے گی۔ پاکستان ہم سے اربوں ڈالر لے کر ہمارے دشمن کو پناہ دیتا ہے۔ دہشت گرد ہمارے خلاف ایٹمی ہتھیار استعمال کر سکتے ہیں۔ نان نیٹو کے پاکستان کے درجے کو ختم کرنے کی بات بھی کی ہے۔ ایک طرف تو امریکہ کا پاکستان کے بارے میں یہ رویہ ہے اس قوم کو جس نے عظیم قربانیاں جانی اور مالی شکل میں پیش کی ہیں کہ اس کے باوجود ہمیں دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ دوسری جانب بھارت جس کا افغانستان میں پاکستان کے خلاف دہشت گردانہ کارروائیوں کے علاوہ کوئی حصہ نہیں، اس کی تعریفیں کی جا رہی ہیں۔ اسی لیے تو میں نے اس دور کے لیے وہ شعر منتخب کیا ہے کہ ؎

میں نے کہا کہ بزمِ ناز چاہیے غیر سے تہی
سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں

امریکی وزیر دفاع فرما رہے ہیں کہ طالبان اور دیگر دہشت گردوں کی پناہ گاہیں پاکستان سے ختم کرنے کے لیے اسلام آباد پر دباؤ ڈالنے کے طریقے وضع کیے جائیں گے۔ ہم اگر پیچھے کی طرف سے پلٹ کر دیکھیں تو ہمارے علاقوں میں ڈرون حملے ہوئے۔ ظاہر ہے کہ اب امریکہ کی طرف سے اس میں تیزی لائی جائے گی۔ ایک رپورٹ کے مطابق افغانستان میں اپنی شکست پر برہم امریکی اسٹیبلشمنٹ پاکستان کو سزا دینے کے لیے جن حربوں کا سہارا لینا چاہتی ہے ان میں داعش بھی ہے جسے پاک افغانستان سرحد پر اہم ٹھکانے فراہم کر دیے گئے ہیں اور ہر طرح کی کارروائی کے لیے وسائل دیے گئے ہیں۔ دنیا بھر کی حکومتوں اور خفیہ اداروں کا اس پر اتفاق ہے کہ داعش امریکی ایجنڈا بڑھانے کے لیے تخلیق کی گئی ہے اور مختلف ملکوں میں اس کی فرنچائز مقامی گروہوں کو دی گئی ہے۔ امریکی وزیر دفاع نے تو فی الحال امریکہ کی طرف سے پاکستان کے خلاف کارروائیوں کی تفصیل نہیں بتائی لیکن ہمیں تو بدترین صورتحال کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

آج ہم جس خطرناک موڑ پر پہنچے ہوئے ہیں اس کی ابتدا ایوب خان کے دور میں امریکی قرضوں سے شروع ہوئی تھی۔ ہمارے لیڈروں نے قوم کو اپنے وسائل کے اندر رہنے کی تربیت دینے کی بجائے اس راستے پر لگا دیا۔ ہمارے ایک اہم افسر نے اپنے ایک انٹرویو میں اس پر برہمی کا اظہار کیا تھا کہ ہم امریکہ کو گالیاں دیتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم امریکہ سے امداد بھی لیتے ہیں اور اسے گالیاں بھی دیتے ہیں حالانکہ انسان کو جس کا کھائے اسی کا گانا چاہیے۔ یہ ہمارے افسران کا رویہ رہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ قوم قرضوں میں جکڑی جا چکی ہے۔ ہمارا بجٹ ان مہاجنوں یعنی آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے ڈکٹیشن پر بنتا ہے۔ حکمران قرضے لیتے رہے اور اپنے غیر ملکی اکاؤنٹس میں بھرتے رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ غیر ملکی بینکوں میں پاکستانی لیڈروں کی اتنی دولت موجود ہے کہ اگر ملک میں واپس لائی جائے تو قوم کا کل قرضہ ادا ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسا ممکن نہیں کیونکہ ان لیڈروں کے آپس میں جنٹلمین ایگریمنٹس ہیں اور وہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ ان کی دولت کو پاکستانی حکومت کے حوالے کر دیا جائے۔ اب تو افراد کو بینکوں کے ذریعے اس قدر اور اتنی سہولتوں کے ساتھ قرضے دیئے جا رہے ہیں کہ جس کے نتیجے میں عوام کی عظیم اکثریت بھی سود میں جکڑی جا چکی ہے۔ سودی معیشت کو جاری رکھ کر قوم کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے جنگ کے الٹی میٹم کی زد میں رکھا ہوا ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اس الٹی میٹم سے تو ہمیں اتنا خوف نہیں جتنا امریکی دھمکی کا خوف نظر آ رہا ہے۔ ایک ہلچل سی مچی ہوئی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم اس امریکی الٹی میٹم کے گرداب سے کس طرح نکلتے ہیں۔ ہم سے اللہ بھی ناراض ہے اور دنیا بھی۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

☆☆☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 25 سال، تعلیم بی ایس سی ایس، برسر روزگار کے لیے دینی مزاج کی حامل لاہور کی رہائشی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0331-6977921

☆آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 32 سال تعلیم ایم بی اے قد "4 .'5 کے لیے دینی گھرانے سے پڑھے لکھے برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 042-35167582

☆اسلام آباد میں رہائش پذیر راجپوت فیملی کو اپنی ڈاکٹر بیٹی، عمر 27 سال، دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ (اسلام آباد کا رہائشی قابل ترجیح)
برائے رابطہ: 0312-5431195
(شام 6 بجے کے بعد رابطہ کریں)

☆ آرائیں فیملی کو اپنی ڈاکٹر بیٹی، عمر 29 سال، قد "5'.4 کے لیے پڑھے لکھے برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 042-35167582

☆ فیصل آباد میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 21 سال، تعلیم ایم اے جاری، شرعی پردے کی پابند، کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0334-9937602

☆امریکہ میں مستقل رہائش پذیر قاضی فیملی کو اپنے بیٹے، سول انجینئر (سٹوڈنٹ)، عمر 24 سال کے لیے دینی مزاج کی حامل، امور خانہ داری میں ماہر خوبصورت گریجوایٹ بچی کا رشتہ درکار ہے۔
رابطہ امریکہ (ٹیکساس): 001-7136208469
پاکستان: 0321-5360762

دعائے مغفرت

انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون

☆ سرگودھا شرقی کے ملتزم رفیق قیصر صمدانی کی والدہ وفات پاگئیں
برائے تعزیت: 0300-9600947

☆ حلقہ کراچی وسطی، قرآن مرکز جوہر کے رفیق سید نبیل مصطفیٰ کے والد وفات پاگئے
برائے تعزیت: 0332-3531744

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَادْخِلْھُمَا
فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمَا حِسَابًا یَّسِیْرًا

Why Trump Won't Start a War with *North* Korea.
A War with North Korea Serves No Strategic Purpose

Donald Trump isn't going to start a war with North Korea. That's just not going to happen.

Not only does the United States not have the ground forces for such a massive operation but, more important, a war with the North would serve no strategic purpose at all. The US already has the arrangement it wants on the Peninsula. The South remains under US military occupation, the economic and banking systems have been successfully integrated into the US-dominated western system, and the strategically-located landmass in northeast Asia provides an essential platform for critical weapons systems that will be used to encircle and control fast-emerging rivals, China and Russia.

So what would a war accomplish? Nothing. As far as Washington is concerned, the status quo is just dandy.

And, yes, I realize that many people think Trump is calling the shots and that he is an impulsive amateur who might do something erratic that would trigger a nuclear conflagration with the North. That could happen, but I think the possibility is extremely remote. As you might have noticed, Trump has effectively handed over foreign policy to his generals, and those generals are closely aligned to powerful members of the foreign policy establishment who are using Trump's reputation as a loose cannon to great effect. For example, by ratchetting up the rhetoric, ("fire and fury", "locked and loaded", etc) Trump has managed to stifle some of the public opposition to the deployment of the THAAD missile system which features "powerful AN/TPY-2 radar, that can be used to spy on Chinese territory, and the interceptors are designed to protect US bases and troops in the event of nuclear war with China or Russia."

THAAD is clearly not aimed at North Korea which is small potatoes as far as Washington is concerned. It's an essential part of the military buildup the US is stealthily carrying out to implement its "pivot to Asia" strategy.

Trump's belligerence has also prompted a response from the North which has accelerated it ballistic missile and nuclear weapons testing. The North's reaction has stirred up traditional antagonisms which has helped to undermine the conciliatory efforts of liberal President Moon Jae-in. At the same time, the North's behavior has strengthened far-right groups that – among other things – want to deploy tactical nuclear weapons in the South. By playing to the right wing and exacerbating hostilities between North and South, Trump has helped to fend off efforts to reunify the country while creating a justification for continued US military occupation.

In other words the crisis has clearly tightened Washington's grip on the peninsula while advancing the interests of America's elite powerbrokers. I seriously doubt that Trump

conjured up this plan by himself. This is the work of his deep state handlers who have figured out how to use his mercurial personality to their advantage.

Does Trump know anything about the history of the current crisis? Does he know that North Korea agreed to end its nuclear weapons program in 1994 if the US met its modest demands? Does he know that the US agreed to those terms but then failed to hold up its end of the bargain? Does he know that the North honored its commitments under the agreement but eventually got tired of being double-crossed by the US so they resumed their plutonium enrichment program? Does he know that that's why the North has nuclear weapons today, because the United States broke its word and scotched the agreement? That's not conjecture. That's history.

When Bush was elected in 2000, things got much worse. The North was included in Bush's "the Axis of Evil" speech, it was also listed as a "rogue regime against which the US should be prepared to use force", and the Pentagon stepped up its joint-military drills in the South which just added more gas to the fire. Eventually, Bush abandoned the agreement altogether and the North went back to building nukes.

Then came Obama who wasn't much better than Bush. Obama sabotaged the Six-Party Talks, suspended energy assistance to pressure the North to accept harsher "verification plans", "abandoned the idea of direct talks" with Pyongyang, and "embarked on a series of military exercises with South Korea that increased in size and tempo over the course of his administration and are now at the heart of the tension with Kim Jong-un." So although Obama was able to conceal his cruelty and aggression behind the image of "peacemaker", relations with the North continued to deteriorate and the situation got progressively worse.

Now the North has hydrogen bombs and Washington is still playing its stupid games. This whole fake crisis is a big smokescreen designed to conceal Washington's imperial machinations. Trump is using Kim's missile tests as a pretext to extend the Pentagon's military tentacles deeper into Asia so the US can assume a dominant role in the world's fastest growing region. It's the same game Washington has been playing for the last hundred years. They still think they are very good at it!

<u>Source</u>: ***adapted from an article written by <u>Mike Whitney</u> for <u>CounterPunch.</u>***

VOL : 26 Regd. C.P.L NO. 114 No.36

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore